دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
الحق
ماہنامہ
زیر سرپرستی
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
مغربی پاکستان

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

اس شمارے میں

مدیر ——— سمیع الحق

جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۳ رمضان المبارک / شوال المکرم ۱۳۸۹ھ دسمبر ۱۹۶۹ء

بدل اشتراک مغربی اور مشرقی پاکستان سے سالانہ ۸/- روپے، فی پرچہ ۰۷ پیسے، غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ طابع و ناشر نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

بحری جہاز کے عرشہ کیلئے عازمین حج کی قرعہ اندازی کے نتائج کا اعلان کر دیا گیا ہے، جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں ان کے مطابق امیدواروں اور کامیاب افراد کا تناسب مایوس کن اور روح فرسا ہے مثال کے طور پر صرف ضلع پشاور کو لیجیے جہاں تین ہزار افراد نے درخواستیں دیں مگر اس ضلع کا کوٹہ صرف ایک سو نشستوں کا تھا یعنی ایک اور تیس بلکہ اس سے بھی زیادہ کی نسبت ملک کے ہر ڈویژن اور ضلع میں رہی، حج بدل یا سہ سالہ اور پنج سالہ امیدواروں کے لئے تھوڑا بہت جو الگ کوٹہ تھا اس میں بھی یہ تناسب اس سے بھی زیادہ ہو رہی۔ بہت سے افراد ایسے تھے جن کا نام قرعہ میں نکل آیا مگر کاغذات میں معمولی کسی سقم کو بہانہ بنا کر انہیں سعادت حج سے محروم کر دیا گیا، یہی حال ہوائی جہاز کا ہے جن معدودے چند افراد کو ہوائی سفر کی اجازت ہے ان کے ساتھ بھی معاملہ ایک قرض کی ادائیگی [illegible] سے زیادہ بڑے پیمانے پر ہے اور انہیں بونس واؤچر کے نام دوگنا مصارف ادا کرنے پڑتے ہیں۔

نتیجۃً لاکھوں ضعیف مسلمان اشتیاق دید بیت اللہ میں سسک رہے ہیں، سالہا سال سے ملک کا ایک بہت بڑا دیندار اور ذی شعور درد دل رکھنے والا طبقہ گنبد خضرا کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے تڑپ رہا ہے، پورا سال امید و بیم کے ہولناک لمحات میں گزار کر پھر انہی محرومی اور مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں جو سالہا سال سے ان کے حق میں سوہان روح بنی ہوئی ہے، وقتی طور پر دینی اور اسلامی حلقوں سے کچھ شور بھی اٹھ جاتا ہے، تعداد میں چند ایک ہزار کا اضافہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ مگر مسئلہ کی نزاکت اور تلخ اثرات بڑھتے جا رہے ہیں، ہر سال امیدواروں میں اضافہ کے ساتھ ان کی حرمان نصیبی کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے اور جذبات اندر ہی اندر گھٹ کر رہ جاتے ہیں اور تسکین کا سامان نہ پا کر حکومت سے ناراضگی، نفرت اور پورے ملک سے بیزاری کی صورت اختیار کر جاتے ہیں ـــــ یہ صورت حال کئی برس سے چلی آ رہی ہے، مگر حج بیت اللہ کے مقدس اور مبارک فریضہ کا معاملہ ہے کہ "بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" اس سب سے بڑی نام نہاد اسلامی سلطنت میں لاکھوں پاکیزہ تمناؤں اور مقدس آرزوؤں کے خون کرنے کا ذریعہ بنا ہوا ہے ہر سال لاکھوں دینی احساسات کے آبگینے چور چور ہو جاتے ہیں، مگر اس کا کوئی علاج نہیں ہو رہا ـــــ مان لیا کہ

زرمبادلہ اور سیم وزر کا مسئلہ اس راہ میں سنگ گراں بنا ہوا ہے، مگر کیا اب تک ملک وملت کو درپیش
دوسرے مسائل کی طرح ہم نے اس مسئلہ کو بھی سنجیدہ طریقے سے اور منظم منصوبے کے ذریعہ کبھی حل کرنے
کی کوشش کی؟ ۲۰۰ کروڑ روپیہ سے خیالی پلاننگ بنانے والی حکومتوں نے کبھی اس مسئلہ کے لئے بھی کوئی
منصوبہ بندی کمیشن بنایا ہو، اس سے زرمبادلہ کی فراہمی اور اضافہ کے لئے کسی پلاننگ پر غور کیا ہے، یہاں
کروڑوں روپیہ، ثقافتی طائفوں اور اس قسم کی عیاشیوں پر خرچ ہو رہا ہے، کروڑوں روپیہ عورتوں کے
سامانِ آرائش وزیبائش، فلموں اور ٹیلی ویژن سیٹوں کی درآمد پر لگ رہا ہے، اعلیٰ اور مہذب ہوٹلوں کے
نام پر ملک میں انٹرکانٹیننٹل قسم کے ہوٹلوں کے تمام عیاشی کے ذریعے اور بیشتر قحبہ خانے قائم ہیں۔
کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ ان پر کتنا زرمبادلہ خرچ ہو رہا ہے، پرمٹوں سے درآمد ہونے والی شراب کے
غیر مصارف میں کتنا اضافہ ہو رہا ہے؟ اور کیا ایک ایمانی فریضہ کی تکمیل کا مسئلہ پیٹ کے مسائل
سے بڑھ کر اگر نہیں تو اس کے برابر بھی قابل اعتنا نہیں۔

دراصل اس تمام خرابی اور دیگر تمام دینی اور اخلاقی قدروں کی پامالی کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم
دین، اخلاق اور اسلام کو اس کا صحیح مقام دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ہمارا بنیادی فلسفہ حیات
یہی ہے کہ ضرورت اور مفاد کی خاطر جتنا بھی چاہے چیخ چیخ کر اسلام کا نام لو، اقتدار حاصل کرنا ہو تو اسلام
کی دوہائی دو، اسلام کے نام پر لاکھوں کی لٹیا ڈبو دو۔ اسلامی حکومت کے نام پر ان کی عصمتیں تار تار کردو،
جس کفر اور الحاد کو چلانا چاہو اس پر اصلی اسلامی ٹریڈ مارک کا ٹھپہ لگا دو۔ مگر جب مقصد حاصل ہو جائے، تو
سب سے بڑھ کر خود ہی اسلام کا ایک ایک ستون ڈھانے لگ جاؤ۔ ۲۲ سال بلکہ اور بھی پیچھے ہٹ کر
اپنے ماضی پر نگاہ دوڑایئے تو قول وعمل کے تضاد کی ایک ایسی بھیانک تاریخ تمہارے سامنے آجائیگی
جس کا ہر باب اور ہر صفحہ غداری، بے حیائی اور خود غرضی سے داغدار ہے، اسلام کا احساس تک بھی اس وقت
ہوا جب قدرت کی تلوار نیام سے باہر آئی اور اقتدار یا جنگ بہ زرگری کے اکھاڑے کے وجود کو خطرہ
محسوس ہوا یا کسی طبقہ کے مادی اور ذاتی مقاصد ڈگمگانے لگے۔ یہاں سب لیڈر اسلام کی مالا جپتے ہیں، مگر
ان کا ذاتی اور اجتماعی کردار اسلام کے لئے ایک گالی ہے، یہاں غریب اور کسان کے نام پر سوشلزم
مساوات اور اشتراکیت کے نام پر اسلام کو وہی طبقہ پڑھا رہا ہے جو غریبوں کا خون پی پی کر پھولے
نہیں سماتا، یا جو غریب اور پسے ہوئے طبقہ کی غربت سے فائدہ اٹھا کر اسکی عصمتوں سے کھیل رہا ہے۔ یہاں
عدل عمرؓ، فراستِ صدیقیؓ اور فقرِ ابوذرؓ کا نام وہ لوگ لے رہے ہیں جن کی ذہنی آبیاری لینن اور کارل مارکس

جیسے اعدائے اسلام سے ہو رہی ہے۔ یہاں "اسلامی نظام حیات اور تحریک اقامت دین" کے نفاذ کیلئے وہی لوگ پیش پیش ہیں جن کی خانگی اور ذاتی زندگی سے اسلام کوسوں دور ہے مگر ان کی نگاہ گستاخ اگر اٹھتی ہے تو حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کا دین اور ایمان جانچنے کیلئے وہ اسلام کے علمبردار ہیں، مگر اسلام کے قرن اول عہد خلافت کو بھی معاف نہیں کرتے اور اس اسلام کی ایک ایک بنیاد پر تیشۂ تحقیق چلانا ان کا علمی مشغلہ اور تحقیقی عیاشی ہے۔ یہاں کی ربانی حکومت اسلام کے تحفظ اور فروغ کا پرچار کرتی ہے مگر ان کے عہد اقتدار میں حاجیوں کی شرح گھٹ جاتی ہے اور روزہ خوروں کی تعداد اور نائٹ کلبوں کی رونق میں ترقی اور درون پردہ ہوٹلوں میں احترام رمضان کے مشاغل میں اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ اخباری رپورٹ کے مطابق اس رمضان کے دوران کراچی کے نائٹ کلبوں میں دن بھر شراب نوشی نے گزشتہ تمام سالوں کا ریکارڈ توڑ دیا۔ یہاں کے اخبارات نظریۂ پاکستان کی بقاء اور تحفظ کے بہت بڑے مناد بنتے ہیں مگر جنگ جیسا کثیر الاشاعت اخبار فلمی صفحات اور اشتہارات کے نام پر اخلاق اور شرافت کی تمام حدود پھاندنے کو نظریۂ پاکستان کی تشریح سمجھتا ہے وہ فلمی ایڈیشن کے صفحۂ اوّل پر کسی فاحشہ عورت کا تقریباً برہنہ فوٹو شائع کرتے ہوئے نہیں جھجکتا (ملاحظہ ہو ۱۰/ اکتوبر کا فلمی ایڈیشن)۔ یہی حال اس پایہ کے دیگر اخبارات کا ہے جو رمضان کے مقدس مہینہ میں بھی اپنے قارئین کے کام و دہن کا انتظام فحش تصاویر اور جنسی جذبات بھڑکانے والے مضامین سے کرتے ہیں، ان کے ایک کالم میں قرآن کی تفسیر اور نظریۂ پاکستان کی تبلیغ ہوتی ہے اور دوسرے پہلو میں اخلاق باختہ یورپ کے غلیظ اور بدبودار ادب کے شہ پارے۔ یہ پوری صورت حال اس پوری قوم، حاکم سے لیکر ادنیٰ رعیت تک، کے نفاق، عقیدہ سے بے تعلقی، نظریہ سے فرار، خودغرضی اور عیاری کی نشاندہی کر رہی ہے اور جب تک ان بیماریوں کا علاج نہیں ہوگا نہ تو حج کا مسئلہ حل ہوگا، نہ روزے اور نماز کا، مگر یاد رکھئے قانون مکافات عمل ایسی دھاندلی ہمیشہ کیلئے برداشت نہیں کرتی، قدرت کی تلوار کو نیام سے نکلنے سے پہلے صداقت، ایمان و یقین اور اس کے ساتھ والہانہ تعلق ہی روک دو ورنہ وہ فتنہ آکر رہے گا جس کے شکار صرف مجرم نہیں ہوتے۔ واتقوا فتنۃً لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ

★

● خلا بازوں نے چاند پر اتر کر تجربات شروع کر دئے۔ ● چاند کو دوسری بار اشرف المخلوقات کی قدم بوسی کا شرف۔ ● ہم بالکل ٹھیک ہیں، زمین کے قریب ترین کرۂ پر اترتے ہی امریکی خلاء بازوں کے خوشی سے نعرے۔ ● دونوں خلاء باز آج پھر چاند پر چہل قدمی کریں گے ــــــ یہ ۱۹/ نومبر کو چاند کی

سطح پر اترنے والے امریکی خلاء بازوں کی دوسرے فاتحانہ کارنامے کی خبروں کا متن ہے۔ یہ گرجدار سرخیاں یہ مستانہ نعرے اس بے پناہ خوشی کے غماز ہیں جو بجا طور پر "اشرف المخلوقات" کے اس عظیم کارنامہ پر بنی نوع انسان کو حاصل ہو رہے ہیں۔ بیشک مادی دنیا میں بلندی کی یہ انتہا ہے، مگر کیا واقعی انسان بلند ہو گیا ۔۔؟ اور انسان نے ترقی کر لی ۔۔ ؟ اس کا جواب قدرت نے اسی دن کے اخبارات میں بلندی کی فاتحانہ خبروں کے پہلو بہ پہلو دے دیا ۔۔۔ میرے سامنے جنگ ۲۰ نومبر کا پہلا صفحہ ہے، فخر و مسرت، غرور اور تکبر سے لبریز اس خبر کے بالکل متصل تھوڑا سا نیچے اخبار کی دوسری بڑی سرخی پڑھیئے "کہ بلندیوں کا پورا اندازہ پستیوں کو دیکھ کر ہی ہو سکتا ہے۔" امریکیوں نے (نہیں نہیں چاند کو دوسری بار قدم بوسی کا شرف دینے والی اشرف المخلوقات نے) جنوبی ویت نام کے ایک گاؤں کے ۵۶۷ نہتے مردوں، عورتوں اور بچوں کو مشین گنوں سے اڑا دیا۔" انہوں نے گاؤں کے تمام لوگوں کو مکانوں سے باہر نکالا اور ایک میدان میں جمع کر کے تمام دیہاتیوں کو بھون ڈالا، پختہ مکانوں کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا، لکڑی کے مکانوں کو آگ لگا دی امریکی فوجی جب گشت پر نکلتے ہیں، تو دیہات کی عورتوں کو اغوا کر کے ان کی جبری آبرو ریزی کرتے ہیں اور مزاحمت کرنے والوں کو یا تو قتل یا ان سے انتہائی وحشیانہ سلوک کرتے ہیں ۔۔۔ اور یہ تو ایک ہلکی سی جھلک ہے ورنہ پوری تصویر تو آئے دن اخبارات میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اتنی بلندی اور اتنی پستی ۔۔؟ ۔۔۔ اللہ اکبر ۔۔۔ ایسی قوم اشرف المخلوقات نہیں ارذل خلائق ہے۔ انہوں نے چاند کو شرف قدم بوسی نہیں بخشا بلکہ اسے اپنے ذلیل ترین قدموں سے آلودہ کر دیا۔ یہ قدم وہاں اس لئے پڑ رہے ہیں تاکہ مستقبل میں انسانیت کے ذلیل کھیل چاند کی پنہائیوں میں بھی کھیلا جا سکے۔ ۲۰ نومبر کے اخبارات کے ایک ہی صفحہ پر امریکی قوم کی تصویر کے دونوں رخ آ گئے ہیں، اب آپکی مرضی ہے کہ اسے مبارک باد کہتے ہیں یا اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

جناب سکندر مرزا لندن میں وفات پا گئے اور تہران میں دفن ہوئے ۔۔۔ دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں۔ نہ کہیں ماتم نہ تعزیت نہ فاتحہ خوانی اور نہ مجلس عزا، بلکہ ۔۔۔ بر مزار ما غریباں نے چراغ و نے گلے ۔۔۔ ان کے پیشرو ملک غلام محمد نے یہ دو گز سرزمین پاک طیبہ میں حاصل کرنا چاہی، مگر انہیں یہ دو گز ملے تو کراچی کے گورا قبرستان میں جہاں ایک ثقہ راوی کے کہنے کے مطابق کئی راہ گیروں کو ان کے سرہانے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ العظمۃ للہ وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ہمارے ملک کے سیاہ ترین باب کے دو فصل ہیں جو مکمل ہو گئے۔ تیسرا باب ۔۔۔ محمد ایوب خان ۔۔۔ جو تماشا گاہ عالم

بننے کیلئے ابھی زندہ ہے اور ہر روز دیکھے جیسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔ کی صلائے عام دے رہا ہے۔ قدرت کی گرفت اور قانونِ مکافات کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس فصل کی تکمیل بھی ویسی ہی بھیانک ہوگی۔ خدا کرے اس قوم کو نہ تو کوئی ایسا دوسرا باب لکھنا پڑے نہ کبھی اس باب کی چوتھی فصل دیکھنا نصیب ہو۔۔۔۔۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ہم سب کے حق میں بہرحال دعاگو ہیں، مگر کاش "قومی اور ملی غیرت" کے حق میں کسی کی دعا قبول ہوسکتی۔۔۔۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
۲ رمضان المبارک ۸۹ھ

ضبط و تحریر: سمیع الحق

ارشادات حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی
مہتمم دارالعلوم دیوبند

دین اور شعائر دین کا احترام

دین کا تحفظ ادب کے بغیر ناممکن ہے

یہ حضرت حکیم الاسلام مدظلہ کی ایک نادر اور بیش قیمت تقریر ہے جس کا آغاز ابتداءً مجلسی گفتگو کی صورت میں ہوا تھا مگر طبیعت کے انشراح اور مضامین کی آمد کی وجہ سے آگے چل کر اس گفتگو نے ایک حکیمانہ تقریر کی شکل اختیار کر لی۔ تقریر اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ اس میں دینی شعائر دین، علم، علماء اور اہل اللہ کی نسبتوں کی عظمت، اور تقدس اور ان کے حدود اور فرق مراتب کو ہر حال میں ملحوظ رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ اس وقت علماء حق کی ایک جماعت میں جو بدزبانی اور طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع ہے حضرت قاری صاحب مدظلہ کی یہ تقریر ایسے حضرات کیلئے ایک دعوت فکر ہے۔ ۔۔ (س ح)

دین کیلئے ادب ایک بنیادی چیز ہے جتنا جتنا ادب اور تأدب بڑھتا جائے گا اسی حد تک دین انسان کا قوی ہوتا جائے گا۔ اور جس قدر بے ادبی یا گستاخی جرأت و جسارت اور بیباکی بڑھتی جائے گی، انسان دین سے ہٹتا جائے گا، خواہ علم ہو یا عمل ان میں شریعت نے آداب کی رعایت رکھی ہے، مثلاً قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا:

یا ایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

اے ایمان والو نبی کریمؐ کی مجلس مبارک میں بیٹھ کر بلند آواز سے گفتگو مت کرو اپنی آوازوں کو پست کرو اور ایسی آواز نہ ہو کہ نبیؐ کی آواز سے بڑھ جائے ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے۔ نہ اس پر اجر مرتب ہوگا اور نہ ثواب۔

حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ خلقی طور پر بلند اور جہوری الصوت تھے، آواز ہی اسطرح بلند تھی کہ آہستہ بولتے تو ایسے معلوم ہوتا کہ زور سے بول رہے ہیں لیکن آیت اترنے کے بعد اتنا آہستہ بولنے لگے کہ بعض دفعہ کان لگاکر سننا پڑتا اور فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں میری آواز بلند ہو جائے اور میرے اعمال ضبط نہ ہو جائیں ـــــ اس سے مسئلہ نکل آیا کہ ادب سب سے بڑی چیز ہے۔ حقیقتاً تو ادب حق تعالیٰ شانہٗ کا ہے، عظمت والی ذات اللہ ہی کی ہے، اس واسطے اس کی بارگاہ میں ادب اور تواضع چاہیئے پھر جس جس کو اللہ سے نسبت ہوتی جائے گی، اس کا ادب قائم ہوتا جائے گا، مثلاً قرآن کریم کا ادب قائم کیا گیا کہ لایمسّہ الا المطہّرون۔ اگر بحالت جنابت تک نجاست پہنچ گئی تو تلاوت بھی ناجائز ہوگئی، گویا زبان بھی پاک نہ رہی، تو یہ قرآن کا ادب سکھلایا گیا کہ اس کلام کی نسبت ہے اللہ کی طرف جس کا نام ہے کلام اللہ، اللہ کا ادب ضروری ہے تو اللہ کے کلام کا ادب بھی ضروری ٹھہرا، حالانکہ قرآن کریم جو ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ کلام اللہ نہیں ہے یہ تو کاغذوں کا مجموعہ ہے، جو حروف و نقوش لکھے ہیں یہ تو علامات ہیں کلام کی، کلام وہ ہے جس کا تکلّم کیا جائے، پھر وہ حروف اور نقوش جن کاغذات میں درج ہیں انہیں بھی بے وضو ہاتھ لگانے سے منع کیا گیا، وہ کاغذات جس جلد میں سی لئے جائیں وہ بھی واجب التعظیم بن جاتی ہے، تو حقیقت میں یہ کلام کا ادب بتلایا گیا، لیکن جو جو چیزیں اس کی طرف منسوب ہوتی گئیں، ان کا ادب بھی واجب ہوتا چلا گیا، اور کلام کی وجہ سے نقوش اور نقوش کی وجہ سے کاغذ اور جلد درجہ بدرجہ سب کی تعظیم ضروری ٹھہرتی گئی۔ اگر ادنیٰ درجہ بھی گستاخی بھی ان میں سے کسی چیز کی کی جائے تو اعمال کے ضبط و حبط ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے کہ بے ادبی کے ساتھ دین قائم رہ نہیں سکتا۔

بیت اللہ کا ادب | اسی طرح جب اللہ کا ادب واجب ہے تو بیت اللہ کا ادب بھی واجب ہوگیا۔ "اللہ کا گھر" یہ نسبت جب آگئی تو ادب لازم ٹھہرا، حالانکہ حق تعالیٰ حیز اور جسم و مکان سے بری ہے، لیکن نسبت جب آئی کہ تجلیات ربانی کا مرکز ہے تو اس گھر کا ادب ضروری ہوگیا۔

مسجد حرام کا ادب | جب بیت اللہ کا ادب واجب ہوا تو جس مسجد حرام میں بیت اللہ واقع ہے وہ مسجد بھی واجب التعظیم ہوگئی اور اس درجہ بابرکت بن گئی کہ اگر ایک نماز یہاں پڑھی جائے تو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔ یہ برکت اس نسبت کی

مکہ مکرمہ اور عرب کا ادب | مسجد حرام جس محل میں واقع ہے وہ ہے مکہ مکرمہ، تو مکہ مکرمہ بھی واجب التعظیم بن گیا اور اس کا ادب ضروری ہوگیا اور مکہ واقع ہے حجاز میں، تو حجاز اور سارے عرب کا

ادب واجب ہوگیا۔ حدیث میں فرمایا: حب العرب من الایمان و بغض العرب من النفاق۔ عرب سے محبت کرنا ایمان اور بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے ـــ تو درجہ بدرجہ سارے آداب واجب ہوتے چلے گئے، اگر بے ادبی اور گستاخی کسی ایک میں بھی آگئی تو دین کا باقی رہنا مشکل ہوگا۔

اکابر کا ادب | اس لئے تادب اور توقیر و تعظیم لازم قرار دی گئی۔ حدیث میں فرمایا گیا:

من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ — جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کھاتا اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا۔

اکابر کی ادب و توقیر واجب قرار دی گئی اور دھمکی دی گئی کہ اگر اسے نہ انجام دو گے تو ہماری جماعت میں شمار نہیں ہوگا، اور یہ توقیر و ادب عمر کی بڑائی کی وجہ سے ہے اگر کوئی علم رکھتا ہے تو علم کی وجہ سے ادب ہوگا ـــ علم کے ساتھ زہد و قناعت کے جذبات اور اخلاق رکھتا ہے تو اس کا ادب واجب ہوگا، لیکن اگر کوئی بھی کمال نہ ہو صرف عمر کی بڑائی ہو تو اس وجہ سے بھی اس کا ادب ضروری ہوگا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بوڑھے کی تعظیم اس کے بوڑھا ہونے کی وجہ سے کرے تو وہ اس سے پہلے نہیں مرے گا کہ حق تعالیٰ اس کے لئے چھوٹے پیدا کر دیں گے جو اسکی تعظیم کریں گے۔ حدیث میں ہے کہ جو سفید ڈاڑھی والا ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حیا آتی ہے کہ اسے خالی واپس کر دوں تو یہ اسکی سفید ڈاڑھی کا وقار ہے عند اللہ ـــ جو محض عمر کی بڑائی کی وجہ سے اسے حاصل ہوگیا ہے، اگر اس بڑائی کے تحت اور بڑائیاں بھی جمع ہو جائیں علم، اخلاق، تو ادب بھی بڑھتا جائیگا۔ لیکن اگر کوئی ہنر نہ ہو تو خلقی کمال پر بھی ادب کی تلقین کی گئی ہے۔ مثلاً حدیث میں ارشاد ہے: یؤم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ۔ امامت کرنے کا حق اس کا ہے جو سب سے صحیح قرآن پڑھے سب سے زیادہ قرآن کا عالم ہو۔ فان کانوا فی القرأۃ سواء فاعلمھم بالسنۃ۔ جو سنت کا علم زیادہ رکھتا ہو اُسے بڑھایا جائے اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہیں تو مسائل صلوٰۃ سے جو زیادہ واقف ہو اُسے آگے بڑھاؤ اگر اس میں بھی سب برابر ہوں، تو فرمایا کہ جو خوبصورت ہو اسے آگے بڑھاؤ اگر سارے کے سارے حسین و جمیل جمع ہوں تو فرمایا جس کا نسب اونچا ہو۔ تو کوئی خصوصیت تقدم کی چاہیئے کہ مقتدیوں کو عار لاحق نہ ہو۔ اگر بڑے بڑے اہل کمال جمع ہیں اور کسی جاہل کو امامت کے لئے بڑھایا انہیں عار لاحق ہوگا کہ کیسے بڑھا دیا، اگر سب حسین و جمیل ہوں، اور کسی اندھے بہرے کو بڑھا دیا تو انہیں حقارت پیدا ہوگی کہ یہ کہاں سے آگے بڑھ گیا۔

غیر اختیاری کمالات کا ادب | تو حسب اور کمالات میں سب برابر ہوں تو پھر خوبصورتی کو آگے رکھا

گیا، حالانکہ یہ کوئی اختیاری کمال نہیں، خدا کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ لیکن غیر اختیاری چیز بھی بعض اوقات خصوصیت کا باعث بن جاتی ہے۔ تقدم و تقدیم کیلئے آداب کی ضرورت ہے، اور ان آداب میں بعض دفعہ تکوینی چیزیں بھی داخل ہو جاتی ہیں، باوجودیکہ کہ عمر یا حسن تو اللہ کی دی ہوئی چیز ہے، مگر اس کے باوجود فرمایا کہ اسکا ادب کرو۔ تو حاصل یہ نکلا کہ ہر بڑھائی مستحق ہے تعظیم کی خواہ وہ تکوینی بڑھائی ہو یا تشریعی، اختیاری بڑائی ہو یا غیر اختیاری۔ اگر توقیر نہ کی گئی تو فرمایا کہ ان تحبط اعمالکم۔ ممکن ہے تمہارے اعمال اور دین پر اثر پڑ جائے ---

نسبتوں کی توقیر | یہاں تک کہ نسبتوں تک کا ادب سکھلایا گیا، یہ جو اللہ والوں کے ہاں نسبتوں کی توقیر کی جاتی ہے کہ شیخ کی عظمت کرتے ہیں، تو شیخ کی اولاد اور وطن کا بھی نسبت کی وجہ سے ادب کرتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا: فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ مَنْ آذَاهَا فَقَدْ آذَانِيْ۔ فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا --- تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے فاطمہ کی توقیر کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی توقیر کی، تو یہ توقیر شرف صحابیت کی وجہ سے نہیں سکھلائی گئی یہ تو اور صحابہؓ میں بھی ہے بلکہ نبی کریم کی اولاد ہونے کی جو نسبت ہے اسی کا ادب سکھلایا گیا، اس لئے فرمایا کہ فاطمہؓ میرا جگر گوشہ ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میرے صحابہؓ میں داخل ہے، صحابیت کے ساتھ کچھ اور چیزیں بھی جمع ہو گئیں جو اولادِ رسول ہونا ہے کہ یہ جزو ہے رسول کا، تو جب رسول کا ادب ہو گا قلب میں تو اولادِ رسول کا بھی ہو گا ---

میں نے اپنے بزرگوں سے سنا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند کے متعلق کہ ان کی عادات میں ادب کا لحاظ بے حد ہوتا، تدبب کے اندر ہر بڑائی کا تو میں نے سنا کہ سادات کا کوئی نابالغ بچہ بھی آجاتا تو سرہانہ چھوڑ کر پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ دنیا مخدوم زادوں کی عزت کرتی ہے۔ یہ تو سارے عالم کے مخدوم زادے ہیں، سارے عالم پر ان کی تعظیم واجب ہے، حالانکہ بچہ نابالغ ہے مگر فرماتے یہ مخدوم زادہ ہے، کہ اولادِ رسولؐ ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا واقعہ | ایک دفعہ حضرت نانوتویؒ مراد آباد تشریف لے گئے اور جانا آگے تھا، مراد آباد میں ٹھہرے اور پروگرام میں حضرت نے صرف ایک دن رکھا تھا، آگے جانا تھا، لوگوں نے اصرار کیا مگر انکار فرمایا، تو علماء کا طبقہ جمع ہو کر آگیا کہ ٹھہر جائیں، انکار کر دیا کہ نہیں ٹھہروں گا پھر بعض امراء جمع ہو کر آگئے تو امراء سے کہا کہ جب علماء کی نہ سنی تو آپ کی کیسے مانوں، تو مراد آباد کے لوگوں کے دل میں ٹھن گئی کہ کسی نہ کسی طرح ٹھہراؤ، تو ایک نے مشورہ دیا کہ ایک ہی صورت ہے ان کے

ٹھہرانے کی ، فلاں دفتر میں ایک کلرک ہے ایک لڑکا چودہ پندرہ سال کا ، اسے بلا لاؤ ، وہ ٹھہرا سکے گا جب وہ آیا تو حضرت نے ادب سے اپنی مسند چھوڑ دی ، کھڑے ہو گئے اور بہت جھک کر مصافحہ کیا اور اپنی جگہ پر اسے بٹھا دیا ، خود مؤدب ہو کر سامنے بیٹھ گئے اس نے کہا کہ حضرت جی چاہتا ہے کہ کچھ ٹھہر جائیں ۔ فرمایا بہت اچھا ۔ ٹھہر گئے اور اتنے ٹھہرے کہ ایک ہفتہ تک ٹھہر گئے ، لوگوں نے سوچا کہ حضرت اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک وہ لڑکا نہ کہے گا ، تب آکر اس نے اجازت دی وہ بات کیا تھی ۔ ؟ بات یہ تھی کہ حضرت کے شیخ تھے حاجی امداد اللہ اور حاجی امداد اللہ کے شیخ تھے میاں جی نور محمد جھنجھانوی اور یہ لڑکا میاں جی مرحوم کا نواسہ لگتا تھا ۔ تو شیخ کی نسبت میں اتنا ادب تھا کہ ان کے حکم کی وجہ سے وہیں رک گئے ، کسی کا حکم نہ مانا ، یہ نسبت کا ادب تھا ، شیخ کے بھی نہیں شیخ الشیخ کے نواسے تھے ، اور یہ ادب تب ہوتا ہے کہ جب اصل شیخ کا ادب دل میں ہو حتیٰ کہ وطن کی نسبت کی وجہ سے شیخ کے وطن کے ساتھ شریف لگاتے ہیں ، دیوبند شریف ، نانوتہ شریف ، مکہ شریف ۔ تو وہ شریف کا لفظ تعظیم کی وجہ سے لگاتے تھے ۔ تو نسبت کا ادب اور عظمت یہ کوئی غیر شرعی چیز نہیں ہے ۔

شاہ ابوسعیدؒ کا واقعہ اہل اللہ نے نسبتوں کی اس درجہ ادب کی ہے کہ شیخ کی اولاد اگر جاہل اور کندہ ناتراش بھی ہوتی تو پھر بھی حد درجہ ادب کیا ۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس اللہ سرہ جو مشائخ چشتیہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں ، ان کے پوتے ہیں شاہ ابوسعید صاحب سلسلہ چشتیہ کے مشائخ میں سے ہیں ۔ تو ابتدائی زمانہ شاہ ابوسعید کا بہت ہی آزادی کا تھا نہ نماز نہ روزہ نہ پابندی ، لباس کے شوقین ہر وقت مکلف کپڑے ۔ بس اسی میں لگے رہتے ، نہ علم سیکھنے کیطرف توجہ تھی ، نہ اعمال کی اصلاح کی طرف ، جوانی کا زمانہ رنگ رلیوں میں پڑے رہتے ۔ وہ ایک دن گنگوہ میں جا رہے تھے کسی گلی میں کہ بھنگن نے ٹوکرہ کباڑ کا کہیں پھینکا اور سارا گرد ان کے کپڑوں کو لگ گیا ، تو غضبناک ہو گئے اور کہا کہ حرام زادی بے حیا تجھے شرم نہیں آتی ، یہ بھنگن بھی بوڑھی اور اس نے زمانہ پایا تھا حضرت شیخ عبدالقدوس کا تو اس نے تان کر کہا کس برتے پہ اکڑتا ہے ، دادا کی میراث کمائی تھی جو آج اتنے فخر سے بولتا ہے ، بس وہ دن تھا ، اسی وقت واپس ہوئے اور گھر میں آکر والدہ سے کہا کہ اب میں گنگوہ اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ دادا کی میراث نہ سنبھال لوں اور پوچھا کہ اس وقت حضرت شیخ کے خلفاء میں سے کون کون سے لوگ ہیں معلوم ہوا کہ اجلہ خلفاء میں سے شیخ نظام الدین بلخی ہیں ، انہوں نے خلافت لیکر بلخ کا سفر کیا تو بتلایا گیا کہ بلخ میں بڑی خانقاہ ہے لاکھوں

کی اصلاح اور افادہ ہو رہا ہے، تو اطلاع دی شیخ نظام الدین کو کہ میں آرہا ہوں۔ شیخ کو صاحبزادہ سے کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو جو پہنچنے کا دن تھا، اور اس زمانہ میں موٹر کاریں تو نہ تھیں، مہینہ دو مہینہ قطع مسافت کے بعد کہیں جا کر پہنچے، شیخ کو اطلاع ہوئی تو اگرچہ صاحبزادہ جاہل ہیں، نہ علم، نہ ہنر اور شیخ وقت کے ہزاروں متوسل ہزاروں مرید اور ہزاروں کو فائدہ علم اور دین کا پہنچ رہا ہے مگر اسی نسبت کے ادب کی وجہ سے کئی میل آگے جا کر استقبال کیا، اور جب شیخ نکلے تو تمام بلخ، امراء بلخ حتی کہ شاہ بلخ بھی ساتھ نکلے، دور سے دیکھا کہ صاحبزادے گھوڑے پر آرہے ہیں۔ تو حضرت نظام الدینؒ آگے بڑھے اور قدموں پر ہاتھ رکھا صاحبزادہ گھوڑے سے اترنے لگے تو فرمایا نہیں آپ نہ اتریں اوپر رہیں، ایک شان سے صاحبزادہ چلے آرہے ہیں کہ گھوڑے پر سوار ہیں اور قدموں پر ہاتھ رکھا ہے شیخ نے، اور جب شیخ نے ہاتھ رکھا تو دوسری رکاب پر خود شاہ بلخ نے ہاتھ رکھا، اس شان سے بلخ آئے، مہمانداری بڑی اعلیٰ پیمانے پر ہوئی، تمام علماء و مشائخ اور امراء کو دعوتیں دیں صاحبزادہ کے احترام میں، جب تین دن گذر گئے اور شیخ کا یہ عالم یہ دو زانو بیٹھے ہیں، صاحبزادہ کو مسند پر بٹھا رکھا ہے، پھر پوچھا صاحبزادے اتنا لمبا چوڑا سفر کیسے کیا، کہاں ہندوستان اور کہاں بلخ، کیا ضرورت پیش آئی، صاحبزادہ نے کہا کہ دادا کی میراث لینے آیا ہوں جو آپ لیکر آئے ہیں۔ اور یہ ہے وہ نسبت اور تعلق مع اللہ کی میراث، فرمایا اچھا یہ غرض ہے، کہا جی ہاں، تو فرمایا کہ وہاں جوتیوں میں بیٹھ جاؤ اور خود جا کر مسند پر بیٹھ گئے، اب نہ وہ ادب ہے نہ وہ تعظیم اور بیعت کر کے تزکیۂ نفس کیلئے کچھ اعمال بتلائے، خدمت یہ سپرد کی کہ مسجد میں بیٹھ کر استنجا کے لئے ڈھیلے توڑ دائیں، تاکہ نمازی آئیں تو تکلیف نہ ہو، سال بھر اسی حالت میں گذر گیا کہ کوئی پرسان حال نہیں یا تو شاہ بلخ رکاب تھامے آئے تھے یا آج صاحبزادے کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

جب ایک برس گذر گیا تو شیخ نے امتحان لینا چاہا کہ کس حد تک نفس کی اصلاح ہوئی، کبر و غرور رفع ہوا یا نہیں۔ تواضع للعبدیت پیدا ہوئی یا نہیں۔ نفسانیت ختم ہوگئی یا نہیں۔ تو بھنگن کو حکم دیا کہ کوڑا کباڑ کا ٹوکرہ لاکر صاحبزادے کے قریب ڈالدے تاکہ تھوڑا سا گردہ صاحبزادہ کے اوپر پڑ جائے اور جو کہے وہ ہم سے آکر کہدے، بھنگن نے جا کر جو ٹوکرا زور سے ڈالدیا تو سارا گردہ صاحبزادے پر پڑا تو اس نے آنکھیں لال پیلی کر کے کہا کہ "بے حیا نہ ہوا گنگوہ کہ تجھے بتلاتا" اس نے آکر شیخ سے عرض کیا کہ ابھی دراثت نہیں ملی، ابھی نفسانیت کافی موجود ہے۔ اگلے دن پھر حکم ہوا کہ استنجے کے ڈھیلے توڑنا تو خیر ہے ہی، مگر نمازی نماز پڑھ کر نکلے تو جوتے سامنے رکھو، اسکی حفاظت بھی کرتے رہو، اب اس خدمت پر

لگ گئے جب ایک برس گذر گیا، تو بھنگن کو پھر حکم دیا کہ قریب میں نہیں بلکہ جاکر صاحبزادہ کے اوپر سارا کوڑا کرکٹ ڈال دو، اس نے جاکر سارا ٹوکرہ ڈال دیا تو صاحبزادہ نے کہا: ارے بی کیوں اس کباڑ کو تو نے مجھ پر ڈال دیا یہ تو مجھ سے بھی زیادہ افضل ہے تو نے اس کباڑ کو بھی عیب لگایا، میں تو ایسی ناپاک ہستی ہوں کہ یہ کباڑ بھی میرے اوپر گرنے سے ناپاک ہوگیا، میرے اندر تو کوئی خوبی نہیں۔

بھنگن نے جاکر شیخ سے یہ سب کچھ عرض کیا، تو فرمایا کہ اب مل چکی ہے وراثت دادا کی، اس کے بعد اگلے دن شیخ نے حکم دیا کہ ہم شکار کیلئے جائیں گے ہمارے ساتھ چلو، شیخ سوار ہوئے گھوڑے پر اور حکم دیا کہ تم رکاب تھام کے چلو اور جب وہ آتے تھے تو شیخ نے رکاب تھامی تھی، اور اب یہ حالت ہے کہ گرتے پڑتے شیخ کے ساتھ دوڑتے جارہے ہیں، لہو لہان ہوگئے، پیروں میں زخم آیا، خون نکل آیا مگر کیا مجال کہ یہ الگ ہوجائے رکاب سے، یہ ہوسکتا ہے کہ شیخ حکم دے اور اطاعت نہ کی جائے، اسی شان سے سارا دن بسر ہوا، شام کو واپس پہنچے تو صاحبزادہ کو حکم دیا کہ غسل کرو، صاحبزادہ نے غسل کیا کپڑے وغیرہ بدلوائے، اس کے بعد مجمع کیا اور بھرے مجمع میں صاحبزادہ کو کھڑا کر کے جوتا ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ غلام حاضر ہے، سر حاضر ہے، یہ جوتا ہے، میں اسطرح خانہ زاد غلام ہوں، دادا کی میراث مل نہیں سکتی تھی، اگر یہ محنت اور یہ ریاضت نہ ہوتی، نفس کا کبر رفع نہ ہوتا، اب تمہیں دادا کی میراث مبارک ہو، خلافت دی اور پگڑی باندھی سر کے اوپر، تو وہ گویا بے ادبی نہیں تھی بلکہ مجاہدہ تھا کہ اس کے بغیر نفس کی اصلاح نہیں ہوسکتی تھی۔ تو ریاضات اور مجاہدے اس لئے تو ہوتے ہیں کہ ادب کا مضمون قلب میں پیدا ہوجائے۔ تو اللہ اور اس کے نیک بندوں کا بھی ادب کرو، ہر بڑی چیز کا ادب کرو جس میں کوئی بھی بڑائی اور خوبی ہو۔ فرمایا: من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ جو ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے۔

اہل اللہ کا ادب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا میں نے واقعہ سنا اپنے بزرگوں سے کہ کلیر شریف جب کبھی حاضر ہوتے تو وہ تو خیر عرس وغیرہ سے یہ حضرات بچتے تھے کہ بدعات ہیں، لیکن بہرحال اللہ کی قبروں پر جاتے تھے، استفادہ بھی کرتے تھے، کلیر شریف حاضر ہوتے تو کلیر شریف رڑکی سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر ہے، نہر کے کنارے کنارے راستہ جاتا ہے تو چلتے وقت جوتے نکال دیتے تھے، ننگے پیر، چھ میل کا راستہ طے کرتے یہ محض ادب اور ادب کا غلبۂ حال تھا، آپ اگر پوچھیں کہ کیا شرعاً ایسا ضروری تھا؟ تو شرعاً تو ضروری نہیں ہے، کسی جگہ یہ حکم نہیں کہ جاؤ تو

ننگے پیر جایا کرو، لیکن جب ادب، غلبۂ حال کے درجہ میں آتا ہے، تو وہ وہ محتملات سامنے آتے ہیں، ادب و تادیب کے کہ ظواہر شریعت میں نشان بھی نہیں ہوتا، مگر قلب شہادت دیتا ہے کہ یہ بھی ادب ہے اور اس پر عمل ضروری ہے تو وہ قانونی عمل نہیں ہوتا وہ اخلاقی عمل ہوتا ہے، قانون کی رو سے اُسے واجب یا مستحب نہیں کہا جا سکتا، لیکن قلب اور محبت کے قانون کے لحاظ سے وہ واجب ہوتا ہے۔

غلاف خانہ کعبہ کے رنگ کا احترام | حضرت حاجی امداد اللہؒ جب ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عمر بھر سیاہ جوتا نہیں پہنا۔ سرخ یا زرد رنگ کا پہنا کرتے، فرمایا کہ سیاہ رنگ کا ممنوع نہیں مگر بیت اللہ کا غلاف سیاہ ہے تو پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں ——؟ اس ادب کی وجہ سے سیاہ رنگ کا جوتا پہننا چھوڑ دیا، پگڑی تو باندھتے سیاہ رنگ کی کہ یہ تو ادب کا مقام ہے، مگر قدموں میں نہیں۔

ادب میں محتملات کا بھی لحاظ ہوتا ہے | اب اگر آپ یوں کہیں کہ صاحب کسی روایت کسی حدیث میں تو نہیں آیا۔ حدیث میں تو ادب کا حکم آیا ہے، لیکن ادب جب رچ کر غلبۂ حال کے درجہ میں آجاتا ہے تو بعید سے بعید چیز بھی ادب کے درجہ میں آتی ہو، انسان اس کا لحاظ رکھتا ہے اور عمل کرتا ہے جیسے فقہاء نے لکھا ہے کہ بعض چیزیں بڑی محتملات ہوتی ہیں، لیکن آداب شرعیہ کے لحاظ سے وہ ضروری قرار پا جاتی ہے ——

الغرض اس طرح سے یہ آداب سکھائے گئے کہ اس کے بغیر دین کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ اگر ذرا سی بھی دل میں ان چیزوں کے لئے تمسخر و استہزاء کا مادہ موجود ہے تو دین اس کا صحیح و سالم نہیں ہو سکتا اس واسطے ضروری ہے کہ قلب کے اندر سنجیدگی اور وقار ہو اور احترام ہو— آیات اور روایات کا اور ان شخصیتوں کا جن سے آیات و روایات اور دین کا تعلق ہے جن کا ادب و احترام ضروری ہے اور جس کے بغیر دین محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا غایت درجہ ادب | حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حرم مکہ میں سیلاب آیا اور حرم شریف میں پانی بھر گیا، تو مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی تھی بیت اللہ کی، وہ اب بھی محفوظ ہے اور اس پر نشان بھی ہے: ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا، اس کے لئے ایک چھوٹی سی عمارت بنی ہے اس کے اندر وہ مقام محفوظ ہے[1]۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ۔ جب طواف کر کے

---

[1] گذشتہ دو سال سے یہ نقشہ بدل گیا ہے۔ (سمیع الحق)

دوگانہ طواف کرتے ہیں تو مقام ابراہیم کو بیچ میں لینا مسنون ہے، الغرض سیلاب جو آیا تو مقام ابراہیم پر بنی ہوئی عمارت کا برج گر پڑا اور وہ آگیا مقام ابراہیم کے اوپر تو اس کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا، اور وہ کنارہ اسی وقت شریف مکہ کے خزانے میں پہنچا دیا گیا وہ چیز مقدس تھی، تو شریف مکہ علماء و مشائخ کو وقتاً فوقتاً اس پتھر کی زیارت کراتے تھے۔ تو خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ اس کے دو تین ٹکڑے ہو گئے اس میں سے ایک چھوٹا ٹکڑا شریف مکہ نے ہدیہ کے طور پر بعض مشائخ کو دیا اور وہ کسی نہ کسی طرح منتقل ہو کر حضرت مولانا گنگوہی کے پاس پہنچ گیا، تو مولانا کی عادت یہ تھی کہ اس مقام ابراہیمؑ کے ٹکڑے کو نکال پانی میں ڈالتے اور وہ پانی تقسیم کیا جاتا تمام اہل مجلس میں، اس ٹکڑے میں سے کچھ ریزے گر گئے تو حضرت نے فوراً ریزوں کو جمع کر کے آنکھوں کے سرمہ میں شامل کر لیا، جب آنکھوں میں سرمہ لگاتے تو وہ حل کیا ہوا پتھر بھی آنکھوں میں جاتا، تو یہ ادب کی بات تھی طبی اصول پر دیکھا جائے تو آنکھوں کے اندر مٹی یا پتھر کا ریزہ ڈالنا بینائی کے لئے نقصان دہ ہے، مگر اس چیز کی پرواہ نہ تھی بزرگوں کو، بینائی کیا چیز ہے اس شرف کے مقابلہ میں جو مقام ابراہیم کے مجاورۃ اور قرب سے نصیب ہوتا ہے، تو بہر حال دین کی بنیاد ادب و توقیر اور تعظیم کے اوپر ہے، اللہ اور شعائر اللہ کی تعظیم، بیت اللہ، کتاب اللہ کی تعظیم، اہل اللہ کی تعظیم، غرض جو بھی اللہ کی طرف منسوب ہو جائیں انکی عظمت و توقیر کرنا یہ دین کی بنیاد ہے۔

اختلاف رائے کے حدود | مشائخ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی شیخ سے بیعت ہو اور فرض کیجئے کہ اسکی سنت کے خلاف کوئی بات دیکھی اور ارادہ کیا کہ کسی متبع سنت شیخ سے بیعت ہو جائے تو مشائخ بالاجماع لکھتے ہیں کہ بیعت ترک کر دینی چاہئے اس شیخ سے جس سے سنت کے خلاف اعمال ظاہر ہوتے ہیں، لیکن بے ادبی کا کلمہ کبھی نہیں کہنا چاہیئے، گستاخی کا کلمہ کبھی نہ کہے اس کے حق میں جائز نہیں کہ اسکی بے ادبی کرتا پھرے، ورنہ معنویت اور روحانیت کو نقصان پہنچے گا۔ یہ وہی ہے بنیاد احترام کی تو کسی عالم سے فرض کیجئے کہ آپ کسی مسئلہ میں مختلف ہو جائیں، یا دوسرا عالم آپ سے مختلف ہو جائے تو مسئلہ میں اختلاف کرنا تو جائز ہے جب اپنے کو دیانۃً علی التحقیق سمجھے لیکن بے ادبی اور تمسخر کرنا کسی حالت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ بے ادبی اور تمسخر کرنا دین کا نقصان ہے اور اختلاف کرنا حجت سے یہ عین دین ہے تو دین جائز ہے خلاف دین جائز نہیں۔ اختلاف رائے کا حق حاصل ہے حتیٰ کہ اگر ذاتی رائے اور مشورہ ہو تو انبیاء علیہم السلام سے آدمی رائے میں بھی مختلف ہو سکتا ہے۔ احکام اور اوامر کا جہاں تک تعلق ہے اختلاف اور رائے زنی جائز نہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وماکان لمؤمن ولامؤمنۃ اذا قضی اللہ

ورسولہ امراً ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم۔ (کسی مومن اور مومنہ کیلئے جائز نہیں ہے کہ جب حکم آجائے اللہ اور رسول کا تو پھر اس کے ماننے سے چوں وچرا کی جائے۔)

تو جہاں تک احکام دین کا تعلق ہے، رسول تبلیغ فرمادیں تو تامل بھی جائز نہیں یہ جائے کہ قبول نہ کرے لیکن اگر رسول یہ فرمائے کہ میری ذاتی رائے یہ ہے تو اگر آدمی نہ مانے تو اس پر کوئی الزام وملامت نہیں، حدیث میں واقعہ بیان ہوا ہے حضرت بریرہؓ کا یہ باندی تھیں حضرت عائشہؓ کی، ان کا نکاح کر دیا گیا حضرت مغیثؓ سے یہ بھی صحابی ہیں تو بریرہؓ خوبصورت تھیں اور مغیث بدصورت، حضرت مغیث تو سوجان سے عاشق تھے بریرہؓ کے اور بریرہؓ کو نفرت تھی، اس دوران میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عائشہؓ نے بریرہ کو آزاد کر دیا اور مسئلہ شرعی یہ ہے کہ باندی اور منکوحہ اگر آزاد ہو جائے تو نکاح کا باقی رکھنا نہ رکھنا اس کے اختیار میں ہو جاتا ہے۔ اگر وہ چاہے کہ فلاں شخص غلام ہے تو جائز ہے کہ نکاح فسخ کر دے اب حضرت مغیث پریشان، وہ تو سوجان سے عاشق اور بریرہ کی طبیعت کو مناسبت نہیں اور بات آگئی حضرت بریرہ کے ہاتھ۔ تو لکھا ہے کہ حضرت مغیث مدینہ کی گلیوں میں پھر رہے ہیں، رو رہے ہیں، آنسو ڈاڑھی پر گر رہے ہیں اور ہر ایک کے پاس جاتے ہیں کہ تم سفارش کرو کہ نکاح کو بریرہ فسخ نہ کرے۔ آخر میں پہنچے نبی کریمؐ کی خدمت میں اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ فرمائیں بریرہ کو وہ نکاح نہ توڑے۔ حضورؐ تشریف لائے اور بریرہ سے فرمایا کہ اے بریرہؓ نکاح کو فسخ مت کرو مغیث کا برا حال ہے اسے محبت اور تعلق ہے، مگر بریرہ تھی بہت دانشمند فرمایا۔ یا رسول اللہ یہ حکم شرعی ہے یا حضورؐ کی ذاتی رائے ہے۔ فرمایا نہیں مشورہ ہے حکم شرعی نہیں، فرمایا میں تو نہیں مانتی۔ تو فرمایا تجھے ماننے نہ ماننے کا حق ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف کا حق ہے، یعنی کوئی ملامت اس میں نہیں، نہ انبیا کا نہ شریعت کا۔ یہ الگ چیز ہے کہ ادب کی وجہ سے ہم حضورؐ کے منشاء کو بھی سو حکموں سے زیادہ سمجھیں گے۔ بریرہ نے پہلے پوچھ لیا کہ یا رسول اللہ یہ حکم خداوندی ہے یا حضورؐ کی ذاتی رائے۔ جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں تو نہیں مانتی۔ تو ذرا بھر حضورؐ کے اوپر گرانی نہیں ہوئی، لیکن رائے کے نہ ماننے کی وجہ سے کیا یہ جائز تھا کہ بریرہ معاذاللہ ادنیٰ درجہ کی بے ادبی کرے شانِ رسالت میں اگر ذرا بھی بے ادبی ہوتی تو دین ختم ہو جاتا۔ ادب اور عظمت کو اسطرح برقرار رکھا، لیکن شریعت نے جو حق دیا اسکو استعمال کیا کہ میں تو نہیں مانتی یا رسول اللہ یہ تو میرا خانگی معاملہ ہے اور اگر حکم شرعی ہے تو سر جھکا ہوا ہے اس سے اندازہ ہوا کہ اختلاف رائے اگر اہل اللہ اور علماء میں ہو جائے تو مضائقہ نہیں، لیکن بے ادبی یا تذلیل کسی حالت میں جائز نہ ہو گی۔ اس لئے کہ وہ بہرحال عالم دین ہے جس سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں مگر اس کا مقام ومنصب بطور نائب رسول کے ہے اسکی عظمت واجب ہو گی۔

ہم امام ابوحنیفہؒ کی فقہ پر عمل کرتے ہیں، امام شافعیؒ پچاسوں مسئلوں میں ان سے اختلاف کرتے ہیں مگر ادنیٰ درجہ کی بے ادبی قلب میں امام شافعیؒ کی نہیں آتی، اور جیسا کہ امام ابوحنیفہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی امام شافعیؒ دونوں آفتاب و ماہتاب ہیں، دونوں سے نور اور برکت حاصل ہو رہی ہے، کسی طرح جائز نہیں کہ ادنیٰ درجہ کی گستاخی دل میں آجائے۔

گستاخی جہالت کی علامت ہے | گستاخی واستہزاء کرنا جہالت کی بھی علامت ہے، موسیٰ علیہ السلام نے جب نصیحت کی قوم کو اور فرمایا کہ فلاں مقتول زندہ ہو جائے گا۔ اگر بکرا کو ذبح کر کے اس کا گوشت میت سے ملا دیا جائے تو بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ اتتخذنا ھزوا۔ آپ کیا مذاق کرتے ہیں، اس بات میں کیا تعلق ہے کہ گوشت کو مردہ سے ملا دیا جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قال اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں میں شامل ہو جاؤں یعنی دل لگی، تمسخر جاہلوں کا کام ہے، عالموں کو مناسب نہیں کہ تمسخر کرے۔ اس لئے کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ تو ایک ہے رائے کا اختلاف، ایک ہے کسی عالم کے مسلک کا اختلاف اور ایک ہے بے ادبی، تو بے ادبی کسی حالت میں جائز نہیں۔

مولانا تھانویؒ | میں نے مولانا تھانوی کو دیکھا مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم سے بہت سی چیزوں میں اختلاف ہے۔ قیام، عرس، میلاد وغیرہ مسائل میں اختلاف رہا۔ مگر جب مجلس میں ذکر آیا تو فرماتے: مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم ---- ایک دفعہ مجلس میں بیٹھنے والے ایک شخص نے کہیں بغیر مولانا کے احمد رضا کہہ دیا۔ تو حضرت نے ڈانٹا اور خفا ہو کر فرمایا کہ: "عالم تو ہے۔ اگرچہ اختلاف رائے ہے تم منصب کی بے احترامی کرتے ہو، کس طرح جائز ہے؟ تو رائے کا اختلاف اور چیز ہے اور اس عالم کی عزت کرنا اور چیز ہے، تو بہرحال وہ نسبت سے اختلاف کرنا الگ چیز ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کو خطا سمجھتے ہیں اور صحیح نہیں سمجھتے مگر ان کی توہین اور بے ادبی کرنے کا کیا مطلب۔" تو مولانا تھانوی نے مولانا نہ کہنے پر برا منایا حالانکہ مولانا تھانویؒ کے مقابل جو مولانا تھے وہ انتہائی گستاخی کیا کرتے تھے۔ مگر مولانا اہل علم میں سے تھے وہ تو نام بھی کسی کا آیا تو ادب ضروری سمجھتے چاہے بالکل معاند ہی کیوں نہ ہو مگر ادب کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔

کفر کا فتویٰ لگانے والے کیساتھ مولانا محمد قاسمؒ کا سلوک | میں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا واقعہ سنا کہ دہلی کا قیام تھا، حضرت کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، دوسرے شاگرد مولانا احمد حسنؒ امروہی

حاجی امیر شاہ خان صاحب مرحوم، یہ بھی وہاں موجود تھے، تو مولانا احمد حسن صاحب نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ "بھئی لال کنوئیں کی مسجد کے جو امام ہیں ان کی قرأت بہت اچھی ہے۔ کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں، تو شیخ الہند نے غصے میں آکر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی بے غیرت، وہ تو ہمارے حضرت کی تکفیر کرتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے، اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا۔ یہ جملے حضرۃ نانوتوی کے کان میں پہنچے تو اگلے دن حضرت نانوتوی ان سب شاگردوں کو لیکر اسی مسجد میں پہنچے صبح کی نماز پڑھنے کی خاطر، اس امام کے پیچھے جاکر نماز پڑھی، سلام پھیرا تو چونکہ یہ اجنبی تھے، نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت، تو پوچھا کون ہیں -؟ کون ہیں -؟ معلوم ہوا کہ یہ تو مولانا محمد قاسم ہیں اور وہ ان کے شاگرد شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور یہ مولانا احمد حسن محدث امروہی، ان کے تلمیذ ہیں -

امام کو سخت حیرت ہوئی کہ میں تو رات دن انہیں کافر کہتا ہوں اور یہ نماز کیلئے میرے پیچھے آگئے تو امام نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا اور میں آج شرمندہ ہوں آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا، حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں میرے دل میں آپ کے اس جذبہ کی قدر ہے اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے ——— کیوں -؟ اس واسطے کہ آپ کو جو روایت پہنچی کہ میں توہین رسول کرتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ تو آپ کی غیرت ایمانی کا یہی تقاضا تھا۔ ہاں البتہ شکایت اسکی ہے کہ روایت کی تحقیق کرنی چاہیئے تھی، مگر بہرحال تکفیر کی بنیاد ہے توہین رسول اور توہین رسول جو مسلمان کرے گا تکفیر واجب ہوگی، دائرہ اسلام سے خارج ہوگا تو فرمایا کہ میرے دل میں قدر ہے آپ کی غیرت ایمانی کی۔ ہاں شکایت اس لئے ہے کہ ایک تحقیق کر لیتے کہ خبر صحیح ہے یا غلط، تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے اور میں خود اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں جو ادنیٰ درجہ میں بھی نبی کی توہین کرے، اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ - الخ - اب وہ امام بیچارہ قدموں میں گر پڑا بچھا جاتا ہے ——— تو بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع باللہ اور ادب - مع اللہ اس درجہ رچا ہوا تھا کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا۔ استہزاء اور تمسخر کو بجائے خود ہے بے قدری بھی، اپنے معاندوں کی نہیں کرتے تھے بلکہ صحیح محل پہ اتار کر یہ کہتے تھے کہ یہ جو ہمیں کافر کہتے ہیں، یہ ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے۔ البتہ یہ تحقیق کر لینی چاہئے کہ واقعہ میں ہم توہین رسول کرتے ہیں ہم معاذ اللہ دشمنان رسول ہیں یا دوستان رسول ہیں، اسکی تحقیق ان کو واجب تھی، بلا تحقیق حکم نہیں لگانا چاہیئے ——— تو میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ادب اور تادب

بنیاد ہے دین کا جس کو عارف رومی نے کہا ہے کہ ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم گشت از فضل رب

حق تعالیٰ شانہٗ کے ہاں اس کا کوئی مقام نہیں جو گستاخ اور بے ادب ہے۔

علمی فیض سے محرومی | بہت سے ایسے فضلاء ہماری نگاہوں میں ہیں جنہوں نے دار العلوم دیوبند میں تعلیم پائی اچھے ذی استعداد تھے مگر اساتذہ سے معاملہ بے ادبی کا تھا وہاں سے فارغ ہونے کے بعد علم کی خدمت سے محروم رہے، کوئی دکانداری کر رہا ہے، کوئی گاڑی چلا رہا ہے۔ یہ نصیب نہیں ہوا کہ محدث یا مفسر بن کر بیٹھے اور ایسے بھی ہماری نگاہوں میں ہیں کہ استعداد اور علمی قوت بہت محدود تھی لیکن تادّب اور خدمت اتنی تھی کہ رات دن اساتذہ کی خدمت میں ادب کے ساتھ لگے رہتے اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ اتنی خدمت کر رہے ہیں کہ بڑے بڑے ذی استعداد فضلاء اتنی نہیں کر رہے ہیں تو مقبولیت ان کے اندر پیدا ہو گئی ادب کی وجہ سے۔

مولانا محمد قاسم کے تادّب کا دوسرا واقعہ | حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ نے ایک رسالہ خود لکھا اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کو جو ان کے مرید ہیں دیا کہ اسکی نقل کر کے لاؤ۔ اس کے اندر ایک جگہ املاء کی غلطی تھی، عین کی بجائے ہمزہ لکھا ہوا تھا، تو حضرت مولانا نے از خود صحیح نہیں لکھا بلکہ وہ جگہ چھوڑ دی اور حضرت سے آ کر کہا کہ یہ لفظ سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہے، تو اشتباہ کا راستہ اختیار کیا تلقین کا راستہ اختیار نہیں کیا کہ شیخ کو جا کر یوں کہیں کہ آپ نے غلط لکھا یہ جرأت نہ تھی کہ یوں کہیں کہ یہ غلطی ہو گئی تو گویا صورتاً بھی بے ادبی نہ کر سکے حقیقتاً بے ادبی کیا کرتے۔

ادب سے غفلت برتنے کا نتیجہ | بہرحال دین کا دار و مدار تادّبات اور آداب پر ہے۔ یہ شریعت کا مستقل باب ہے۔ جہاں احکام ہیں وہاں اس کے ساتھ کچھ آداب ہیں۔ تو ادبیات پر اگر آدمی قادر نہ ہو تو وہ اصل احکام سے بھی کورا اور محروم رہ جاتا ہے۔ اس لئے آداب کی ضرورت ہے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے غالباً ایک حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ پوری طرح یاد نہیں، نقل کئے دیتا ہوں، تفسیر فتح العزیز میں ہے: من تھاون فی الآداب حرم من السنۃ ومن تھاون بالسنۃ حرم من الواجبات ومن تھاون بالواجبات حرم من الفرائض ومن تھاون بالفرائض حرم من المعرفۃ (جس نے آداب پر عمل کرنے میں سستی دکھلائی وہ سنت سے محروم ہو گیا جس نے سنت پر عمل سے سستی کی وہ واجبات سے محروم ہو جائے گا۔ اور جس نے واجبات پر عمل سے سستی دکھلائی وہ فرائض پر عمل سے محروم ہو جائے گا۔ اور جس نے فرائض کی ادائیگی میں سستی کی وہ اللہ کی پہچان سے محروم ہو گیا۔) حق تعالیٰ ہمیں آداب اور تادّبات کی پوری پوری رعایت کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

■■

کی نسبت کرتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ستارے آسمانوں کے اندر ہیں یا آسمانوں سے پیوست ہیں، پس انسان وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ نیز ان کا استدلال قدیم فلاسفہ، علماء افلاک کے قول پر مبنی ہے۔ کیونکہ فلاسفہ کے ہاں چاند کا مرکز آسمان دنیا ہے۔ عطارد دوسرے آسمان میں مرتکز ہے، زہرہ تیسرے، سورج چوتھے، مریخ پانچویں، مشتری چھٹے، زحل ساتویں آسمان میں موجود ہے۔ بعض مفسرین نے بھی قدیم فلاسفہ کا قول نقل کر کے سکوت کر لیا ہے اور ان کے معتقدات پر کسی قسم کی تنقید نہیں کی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ستارے آسمانوں میں ہیں، ہم ان کے دلائل سے جواب دیتے ہیں کہ مذکورہ آیات میں نہ تو یہ صراحت موجود ہے کہ سورج، چاند و دیگر ستارے آسمانوں کے بیچ میں ہیں اور نہ ان کے ساتھ ملصق و پیوست ہیں۔

ہاں اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ستارے آسمان میں ہیں اور آسمان کیلئے باعث آرائش و موجب زینت ہیں۔ سماء کا کلمہ عربی لغت میں ہر اونچی چیز کیلئے مستعمل ہوتا ہے جیسے وانزل من السماء ماءً کے ذیل میں مفسرین نے لکھا ہے کہ سماء سے مراد بادل ہے۔ اسی طرح فلیمدد بسبب الی السماء میں بھی یہ تفسیر کی گئی ہے۔ فلیمدد بسبب الی ما فوقه من سقف ونحوه۔ اور وفی عمائی السماء میں بھی ای فی العلو سے تفسیر کی گئی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں کئی جگہ سماء کا استعمال صرف اونچی جگہ میں کیا گیا ہے اور مفسرین اور ماہرین لغت نے بھی متعدد مقامات میں لفظ سماء کو بلند اور مرتفع کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ بنابریں ان آیتوں کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان دنیا اور زمین کے درمیانی مدار میں لٹکا دیا ہے جیسا کہ وکل فی فلک یسبحون سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چاند و سورج اپنے فلک میں تیرتے ہیں۔ سبح کے معنی تیرنا ہے، اگر چاند و سورج آسمان میں مرتکز ہوتے تو تیرنا کیسے متحقق ہو سکتا ہے۔ مفسر ابن جریرؒ نے اپنی مشہور تفسیر میں فلک کی تعریف الشئ الدائر (گھومنے والی چیز) سے فرما کر سلف کے کئی اقوال اس کے معنی میں نقل کر دئیے ہیں۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ مجاہدؒ نے فلک کی تشبیہ چکّی کی سے دی۔ ممکن ہے یہ درست ہو۔ حسنؒ نے فلک کی تشبیہ پن چکی سے دی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ فلک سے موج مکفوف مراد لیا جائے یا آسمان کا قطب۔ پھر ابن جریرؒ نے تائید کے لئے عبدالرحمانؒ بن زید بن اسلم کی عبارت نقل کر دی ہے کہ فلک آسمان و زمین کے درمیان اس فضا کا نام ہے جہاں ستارے گردش کرتے ہیں اور فرمایا کہ قرآن میں جہاں بروج کا لفظ آیا ہے اس سے بھی آسمان و زمین کے درمیان اس فضا کا نام ہے جہاں ستارے گردش کرتے ہیں اور فرمایا کہ قرآن میں جہاں بروج کا لفظ آیا ہے اس سے بھی آسمان و زمین

کے درمیان جائے گردش مراد ہے۔ اسی طرح علامہ نسفیؒ نے اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں رقمطراز ہیں کہ جمہور علماء فلک سے مراد موج مکفوف لیتے ہیں، جو آسمان و زمین کے درمیان شمس و قمر اور دیگر کواکب کی جولانگاہ ہے۔ شیخ آلوسی بغدادیؒ نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی میں فلک کی تعریف موج مکفوف سے فرما کر واضح فرما دیا ہے کہ اس تعریف پر اب کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اور سطح قمر تک رسائی نقلی دلائل سے متعارض نہیں۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ سبع سموات (سات آسمانوں) اور افلاک ہم معنی نہیں، یہاں شمس و قمر کا آسمان میں ہونا ثابت ہے۔ وہاں آسمان سے مراد آسمان دنیا ہے۔ جیسا کہ آیت ۱۶ تا ۱۸ سورۂ حجر سے ظاہر ہے کہ بروج آسمان دنیا کے قریب ہیں، یہ مقصد نہیں کہ آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عرب کہتے ہیں: فلان مقیم فی المدینۃ او فی مکۃ۔ (فلاں مدینہ یا مکہ میں مقیم ہے) حالانکہ وہ مدینہ یا مکہ کے مضافات و اطراف میں مقیم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "کہ میں نے آسمان دنیا کو ستاروں سے آراستہ کر دیا ہے۔" اس دعویٰ کا مؤید نہیں کہ ستارے آسمان سے ملصق و وابستہ ہیں جس طرح ایک انسان چھت کو بیش قیمت پردوں اور بجلی کے فانوسوں سے مزین کر دیتا ہے، اگرچہ زینتی سامان اور چھت کے درمیان فضا حائل ہو۔ سورۂ نوح کی آیت ۱۵، ۱۶ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شمس و قمر آسمانوں کے اندرون میں ہیں بلکہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ سورج و چاند دونوں کی روشنی آسمانوں میں ہیں اور ان دونوں کے اجرام و اجسام آسمانوں سے خارج ہیں۔

فلاسفہ متقدمین و ماہرین فلکیات کے اقوال قابل اعتماد و حجت نہیں وہ صرف تخمین اور ظن پر مبنی ہیں شرعی قواعد اور قطعی دلائل پر مبنی نہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں سورۂ نوح کی آیت ۱۵، ۱۶ کے ذیل میں علماء افلاک کے اقوال نقل کئے ہیں اور پھر آخر میں یہ تنقیدی عبارت تحریر فرمادی ہے: ھذا ملخص ما یقولونہ فی ھذا المقام علی اختلاف بینھم فی مواضع کثیرۃ لسنا بصدد بیانھا — ماہرین فلکیات نے اس مقام پر مختلف آراء بیان کئے ہیں، یہ ان کا خلاصہ ہے، آپس میں وہ مختلف ہیں ان کے باہمی اختلافات اور متضاد اقوال کو یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ان علماء افلاک کے پاس قطعی دلائل ہوتے تو وہ آپس میں مختلف نہ ہوتے۔ بالفرض اگر اتفاق بھی کر لیتے تو ان کا اتفاق بھی حجت نہیں۔ اجماع معصوم تو علماء اسلام کا اجماع ہے جن میں اجتہاد کے جملہ شروط موجود ہوں جن کے بارے جناب نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے: "میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہیں گے۔" ظاہری دلائل اور اکثر اہل علم (جیسا کہ علامہ نسفیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے بیان کر دیا ہے) کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ستارے سورج چاند آسمان سے نیچے ہیں۔

ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

ستر کروڑ اعضاء سے بنا ہُوا ایک جسم

جو کسی بھی نسلی، وطنی، علاقائی اور طبقاتی تقسیم کا روادار نہیں

اسلام میں تجارت اور صنعت کی اہمیت

یہ تقریر ۳۰ اکتوبر کو اسلام آباد میں ایک صنعتی ادارہ کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے ارشاد فرمائی۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ انما المؤمنون اخوۃ وقال
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واللّٰہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ
وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین
والشہداء والصالحین ۔

محترم بزرگو ! تقریر کرنے کا تو خیال نہ تھا، یہاں آکر احباب کی خواہش ہوئی کہ چند منٹ کچھ کہا جائے، میں نے آپ کے سامنے ایک آیت اور ۲ جملے حدیث کے بیان کئے، خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ دنیا بھر کے جتنے مسلمان ہیں سب کے سب آپس میں بھائی ہیں۔ انما المؤمنون اخوۃ۔ بیشک تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ جو رشتہ ہے اسلام کا، وہ تمام نسبی رشتوں سے قوی تر ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام نسبی اور جسمانی رشتے منقطع ہو جائیں گے، مگر ایمان کا رشتہ قائم رہے گا، ارشاد ربانی ہے کہ اس دن باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے شوہر بیوی سے اور بھائی بھائی سے بھاگے گا۔

اس دن انسان اپنے بھائی، ماں باپ، بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔ ہر شخص قیامت کے دن حقوق

کا خیال کرتے ہوئے ایک دوسرے سے بھاگے گا۔ بیٹا اس لئے کہ کہیں مجھ پر باپ دعوٰی نہ کر بیٹھے کہ میری والدیت کے حقوق کیوں ادا نہ کئے۔؟ اور والد بیٹے بیٹی کو دیکھ کر چھپنے کی کوشش کرے گا کہ کہیں یہ میرے گلے نہ پڑ جائے کہ میرے اخلاق اور میرے دین کی تعلیم و تربیت کا لحاظ کیوں نہیں کیا۔

میرے ایک دوست ہیں جو انگریزی فیشن اور لباس میں رہتے ہیں۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ میں اپنے بچے کو مدرسہ حقانیہ میں داخل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کا اس حالت میں ہوتے ہوئے تو مذاق معلوم ہوتا ہے، کہا کہ نہیں میں تو قیامت کے دن اپنے باپ کے گلے پڑ جاؤں گا کہ یا اللہ میرے بارہ میں ان سے پوچھئے کہ انہوں نے پیدا ہوتے ہی مجھے نرسوں کی گود میں پالا پھر کنونٹ سکولوں میں رکھا اور پھر یورپ تعلیم کیلئے بھیجا، اب میں دین سے کورا ہوں، میرے باپ سے پوچھ —— تو مجھے بھی میرے بچوں کا گلے پڑ جانے کا خطرہ ہے، اس لئے چاہتا ہوں کہ انہیں دین سکھا کر اپنے آپ کو بچالوں —— حدیث میں آتا ہے:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ — تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک کو اسکی رعیت کے بارہ میں جواب دہی کرنی ہے۔

ماں باپ اولاد کے راعی ہیں، اسیطرح اولاد ہو، مزدور ہو، رعایا ہو، بیوی بچے ہوں، سب کے بارہ میں پوچھا جائے گا، تو قیامت کے دن حق تلفی کی سزا ملے گی اور حقوق کی ادائیگی کی کوتاہی کے خطرہ سے ایک دوسرے سے بھاگیں گے، مگر دینی رشتہ باقی رہے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب رشتے منقطع ہو جائیں گے، صرف میرے ساتھ جس کا رشتہ ہوگا وہ منقطع نہیں ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سب مومن دنیا بھر کے جہاں کہیں بھی ہوں، بھائی بھائی ہیں اور حدیث میں ہے کہ ایک بھائی کو مناسب نہیں کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔

المسلم اخو المسلم فلا یخونہ ولا یکذبہ ولا یخذلہ۔ — مسلمان مسلمان کا بھائی ہے پس وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ جھوٹ بولتا اور نہ اُسے رسوا کرنا چاہتا ہے۔

کسی کو جائز نہیں کہ مسلمان بھائی کی اعانت نصرت اور اسکی خدمت کو چھوڑ دے یا اس کو ذلیل کرے اور حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک جسد انسانی جیسے ہیں یہ ہمارا بدن ہے، اللہ نے اس کے نظام حیات اور حوائج پورا کرنے کیلئے کان، ناک، آنکھ، ہاتھ پاؤں دئے اور سب کا ایک حکم نہیں، درجہ و مرتبہ الگ الگ ہے، پاؤں سے ہم کانٹوں پر چلتے ہیں، زمین پر، مگر کیا آنکھوں سے بھی چل سکتے ہیں۔؟ ان کا کام تو دیکھنا اور دکھانا ہے اور بُرے بھلے کو معلوم کرنا ہے۔ یہ گھڑا ہے،

یہ موٹر لاری ہے، یہ کنواں ہے، الغرض نفع اور نقصان پہنچانے والی تمام اشیاء کی تمیز کراتا ہے، کانوں کا کام سننا، ناک کا کام سونگھنا اور زبان کا کام بولنا اور چکھنا ہے، ہاتھ کا کام پکڑنا اور اٹھانا ہے مختلف جوارح اور اعضاء ہیں، مگر انسانی زندگی ہر ایک کی محتاج ہے اور ایک ہی طرح کی حاجت تمام اعضاء سے نہیں پوری کی جاسکتی، پاؤں نہ ہوں تو لنگڑا ہے، کان نہ ہوں تو بہرا ہے، آنکھ نہ ہو تو اندھا ہوگا، مجموعۂ اعضاء کے ملنے سے ایک قالب بن گیا، اور ہر ایک کا اپنا اپنا کام ہے، اسی طرح یہ تمام نوع انسانی بھی ایک بدن ہے کسی کا کام زمینداری اور کاشتکاری، کسی کا تجارت، کسی کا صنعتکاری، کسی کا دفتری ملازمت کسی کا فوجی خدمت، الغرض نوعِ انسانی کی بقاء کے لئے سب انسان مختلف المقاصد ہوں گے، مگر ایک دوسرے سے مربوط اور پیوست ہوں گے، اگر ایک شعبہ میں بھی کمی یا خرابی آگئی تو "جسدِ قومی وملی" کیلئے نقصان ہوگا، تو حضورؐ کے ارشاد کی روشنی میں دنیا کے ستر کروڑ مسلمان ایک ہی جسد ہیں۔ ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی رجلہ اشتکی کلہ۔ اگر ایک آنکھ یا ایک پاؤں میں بھی تکلیف آجائے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو آنکھ سوتی نہیں آنسو بہاتی ہے، زبان یا اللہ یا اللہ اور فریاد کے کلمات ادا کرتی ہے، زخمی تو ہوگیا پاؤں مگر بے آرام آنکھیں ہیں، نیند حرام ہوگئی ہے۔ پس ہمارے بدن کا یہ جو کارخانہ ہے اس کا ہر پرزہ الگ الگ کام پر مقرر ہے مگر آپس میں روح کی وجہ سے مربوط اور پیوست ہے تو سب کے سب اعضاء ایک دوسرے کی ہمدردی میں شریک ہوتے ہیں، آنکھ میں تکلیف ہو تو پاؤں ڈاکٹر کی طرف چلنے لگتے ہیں۔ دل و دماغ ازالہ کی تدبیریں کرنے لگتا ہے، غرض تمام اعضاء اس کے ازالہ میں مشغول ہوجاتے ہیں، مگر یہ سب کچھ تب ہوتا ہے کہ سارے اعضاء کا روح اور زندگی کی وجہ سے باہمی ربط قائم رہے، مگر جب آدمی مرجاتا ہے تو ہاتھ پاؤں سر پیٹ سب اعضاء الگ الگ اور منتشر ہوجاتے ہیں، کوئی تعلق اور ربط غم درد کا باقی نہیں رہتا۔ وہی آدمی جب زندہ تھا تو سارا بدن ایک ایک عضو کا خادم تھا، مرگیا تو جو عضو بھی کاٹیں دیگر اعضاء کو تکلیف اور ذرا سی پرواہ بھی نہ ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ سارے جسم کو ملانے والی چیز جو روح ہے، نہ رہی تو سارا نظام درہم برہم ہوگیا۔ جب تک ملانے والی اور مضبوط کرنے والی چیز روح موجود تھی تو پورا قالب ایک دوسرے سے مرتبط رہا ——— یہی حال تمام عالم کے مسلمانوں کے جسد واحد اور جسم واحد کا ہے، وہ چین کا ہو یا امریکہ کا پاکستان کا ہو یا مشرق وسطیٰ کا وہ سب کے غم درد میں شریک ہوگا، کسی کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا، قومیت، عصبیت، ملک و وطن اور کسی قسم کے علاقائی اور طبقاتی تقسیم کا روادار نہ ہوگا، بلکہ سچے بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کا

غمگسار رہے گا، مگر یہ تب ہوگا کہ اس میں زندگی ہو اور روح ہو اور وہ روح صرف اور صرف اسلام اور ایمان ہے، ان کی تعداد جتنی بھی ہو ایک جسم اور ایک جان ہوں گے اور خداوند تعالیٰ وہ زمانہ جلد لائے کہ حضور اقدسؐ کے ارشاد کے بموجب دنیا کے ہر گوشہ اور ہر گھر میں خواہ وہ گارے مٹی کا ہو یا بالوں اور اون کا خیمہ ہو، اللہ کے نام سے خالی نہ رہے، اور پوری دنیا ایک گھرانہ اور ایک جسم بن جائے اگر ہمارے اندر ایمان کا رشتہ قائم رہا مضبوط رہا تو چینی، جاپانی، برطانوی اور پاکستانی سب مسلمان ایک ہوں گے، ایک کی راحت سب کی راحت، ایک کی تکلیف سب کی تکلیف، ایک کا فقر سب کا فقر ایک کی غنیٰ سب کی غنیٰ ہوگی اور اگر یہ چیز نہ ہو اور ہم اربوں کھربوں ہو جائیں مگر اس وقت حقیقت میں ہم مردہ ہوں گے، صحابہ کرامؓ کی زندگی اسلام کی وجہ سے پاک صاف تھی، اور حالت یہ تھی کہ جنگ یرموک کے موقعہ پر نالبا ابو حذیفہ کہتے ہیں کہ میرا بھائی زخمی ہوا، تڑپ رہا تھا، نزع کی حالت طاری تھی جس میں شدت کی پیاس اور تکلیف ہوتی ہے۔ اس نے اشارہ کر کے پانی مانگا، میں دوڑتے دوڑتے پہنچا تو پاس ہی دوسرا مسلمان زخمی پڑا تھا، اس نے کہا: العطش العطش مجھے پیاس ہے میں نے جب بھائی کے منہ میں پانی ڈالنا چاہا تو اس نے دوسرے ساتھی کیطرف اشارہ کیا کہ پہلے اُسے دیدو، اس کے پاس پہنچا تو تیسرے زخمی نے پانی کے لئے پکارا، اس نے کہا کہ پہلے اُسے دیدو اسی طرح آخری مسلمان تک جب پہنچا تو اس کی روح پرواز کر گئی تھی، واپس آیا تو سب کے سب وفات پا چکے تھے۔ یہ تھا "انما المومنون اخوۃ" کا نمونہ کہ نزع کی حالت طاری ہے مگر پھر بھی ایک دوسرے کی تکلیف گوارا نہیں کر سکتے اور یہ ان عربوں کی حالت تھی جن کا سارا مشغلہ اسلام سے قبل ایک دوسرے کی قتل و غارتگری تھا ــــ

آج ہم میں وہ جذبہ نہیں اس لئے مسلمان مسلمان کو دھوکہ دیتا ہے، ہر طرح تکلیف اور نقصان پہنچاتا ہے ــــ مگر یاد رکھئے کہ جب تک روح کسی کام میں ہو تو وہ کامیاب ہوگا۔ اگر ایک شخص دین کا کام بھی نام و نمود کیلئے کرے تو وہ دین کا کام نہیں۔ لیکن اگر دنیا کا کام بھی دین کے فائدے کے لئے کرے اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ہو تو وہ کام دین کا بن جائے گا۔

صنعت و تجارت کی اہمیت | اسلام زراعت، صنعت و حرفت، تجارت، کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، حضرت داؤد اولوالعزم پیغمبر تھے، بادشاہ تھے۔ مگر لوہار کا کام کرتے تھے، اللہ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا۔ والنا لہ الحدید۔ زرہیں بناتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا نے تمام روئے زمین کی بادشاہت دی، ہوا جن سب ان کو مسخر کر دئیے، ایک دفعہ

اپنے قدرتی ہوائی جہاز تخت پر اڑتے جا رہے تھے، اور تخت بھی ایسا کہ ساٹھ ستر ہزار فوج کو معہ سامانِ راحت اٹھا سکے، تھوڑی دیر میں مہینہ کی مسافت طے ہو جاتی، ایک بوڑھا شخص کھیت میں کام کر رہا تھا، اوپر سر اٹھا کر جو دیکھا تو تعجب سے کہا سبحان اللہ، اللہ نے کیا عجیب حکومت ان کو دی ہے۔ ہوا نے اس کی آواز سلیمان علیہ السلام تک پہنچائی، تو آپ نے تخت اتارا اور اس بوڑھے سے جو ہل چلا رہا تھا پوچھا کہ تو نے کس چیز کی تمنا کی کہا کچھ بھی نہیں، کہا نہیں ضرور بتانا ہوگا۔ کہا میں نے کہا تھا کہ سبحان اللہ اللہ نے کتنی بڑی حکومت آپ کو دی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا ایک دفعہ یہ سبحان اللہ کہنا میری تمام حکومت سے ہزار گنا بہتر ہے، اسکی جو فضیلت ہے یہ ساری سلطنت اسکی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ دنیا کیا ہے، اسکی تمنا مت کرو، اور خود سلیمان علیہ السلام کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے ہاتھوں سے ٹوکریاں بنتے تھے اور اسکی کمائی کھاتے، باقی سب کچھ تمام ملک کے لئے تھا، اور آپ تو پیغمبر تھے۔ ہمارے ہندوستان کے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جن کی سلطنت آسام سے ہرات تک پھیلی ہوئی تھی اور ہندوستان اس وقت سونے کی چڑیا تھی، مگر عالمگیر کی حالت یہ تھی کہ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے اور اس کے ہدیہ سے اپنے اخراجات پورے فرماتے، یہ کتابت یہ ٹوکریاں اور زرہیں بنانا بھی ایک صنعت ہے اور انبیاء کی سنّت ہے، یہی حال تجارت کا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل تجارت فرماتے تھے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کی، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ عطر کی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خشک کھجوروں کی تجارت کیا کرتے، تو اللہ نے جس طبقہ کو تجارت یا صنعتکاری کا موقع دیا، اور اس سے ان کا مقصد قوم و ملک کی بہبود اور اللہ کو خوش کرنا اور مخلوق کی اعانت اور بھلائی کرنا ہو تو حضور علیہ السلام نے ایسے لوگوں کے حق میں بڑی بشارتیں دی ہیں۔ فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیّین	جو تاجر کہ سچا اور امانتدار ہو اسے انبیاء صدیقین
والصدیقین والشہداء والصالحین	شہداء اور نیک لوگوں کی معیت نصیب ہوگی

کامیابی کا راز حضور نے تجارت میں کامیابی کا گر بھی بتلا دیا کہ یہ گر دو ہیں۔ ۱۔ صداقت (سچائی) اور امانت، کہ بیچتے وقت عیب کو بتلا دے، سچ بولے، بددیانتی نہ کرے، قول اور عہد کا پاس رکھے تو کامیاب ہے، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تجارت کے دوران ایفاء عہد کی خاطر تین دن تک ایک شخص کا انتظار کرتے رہے۔ تو ایسے تاجر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بڑی نعمتوں سے نوازیں گے پس جو شخص بھی نیت کی تصحیح کر کے مسلمان قوم، ملک و وطن کی خیرخواہی اور بھلائی کی غرض سے اور اللہ اور اسکی مخلوق کے حقوق کی پوری ادائیگی کو ملحوظ رکھ کر تجارت کرے تو اللہ کی مدد بھی ضرور اس کے ساتھ

ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا :

اللّٰہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ ۔	اللہ اپنے بندہ کی امداد کرتا ہے جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کی بہبود میں لگا رہے۔

معاشی فتنوں کا علاج | آج ہمارے ملک میں ایک فتنہ اور شورش برپا ہے جو آپ کے سامنے ہے ہر طبقہ پریشان اور ایک دوسرے کا دشمن بن گیا ہے۔ تو یہ سارے فتنے اسی وجہ سے اٹھ رہے ہیں کہ اسلامی اسپرٹ اور روح قوم میں نہیں رہا، اللہ نے کسی کو غنی بنایا کسی کو فقیر، یہ دونوں چیزیں من اللہ ہیں پھر معاش کے راستے سب پر کھول دئے، اسباب کے درجہ میں سب کو برابر رکھا کہ جو بھی جد وجہد کرے کر سکتا ہے مگر جیسا کہ انسانی جسم کے لئے مختلف چیزوں کی ضرورت ہے تو قوم میں بھی مختلف درجات کے لوگ ہوں گے، اگر قوم میں اسلام کی روح آجائے تو مغموم ومحروم کوئی بھی نہیں رہے گا۔ اسلام نے مالدار کو حکم دیا کہ وہ سونے چاندی اور نقد روپیہ پر سال کے بعد ڈھائی فیصد زکوٰۃ دے گا۔ تجارت اور صنعت کے تمام منافع پر زکوٰۃ دے گا۔ زمین کی پیداوار میں عشر دے گا۔ اور اس کے ساتھ فقیر کو یہ حکم دیا کہ فقر کی وجہ سے کسی کے مال کو جبراً غصب کرنا، چھین لینا ناجائز، چوری، ڈکیتی حرام ہے۔ یہاں تک کہ تجھے غنی اور مالدار کے دروازہ پر سوال کرنا بھی جائز نہیں۔ لا یسئلون الناس الحافا۔۔۔ مسلمان فقیر فقیر ہے، مگر سوال کیلئے گلی گلی اور گھر گھر نہیں پھرے گا۔ ادھر غنی کو کہا کہ جا کر خود فقراء کو تلاش کرتا پھرے اور انکی حاجت روائی کرے، اغنیاء سے کہا کہ فقیروں کے در پر جاؤ اور ان کی حاجات پوری کرو۔ تو اگر ایسا معاشرہ پیدا ہو جائے کہ ہر مالدار دولت کو خدا کا امتحان اور آزمائش سمجھے اور ہر وقت اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے کو اپنے آپ کو آمادہ پائے تو ایسی دولت کو خیر اور نعم المال الصالح کہا گیا ہے۔ اگر امراء کو حصولِ دولت میں جائز وناجائز اور حلال وحرام کی تمیز ہو جائے اور فقراء حلال ذریعہ سے اپنی ضروریات پورا کرنے کی سعی کریں تو نہ شر رہے گا نہ فساد۔۔۔ آج ہم ستر کروڑ ہیں مگر صحیح معنوں میں دس ہزار بھی بمشکل مل سکیں گے، یہ اس لئے کہ ہم اسلامی نقطۂ نظر کو کسی کام میں ملحوظ نہیں رکھتے، ہماری تجارت صنعت اور ہمارا معاشرہ اور تمدن اسلامی طریقہ پر نہیں، اس لئے طبقاتی جنگ ظاہر ہو رہی ہے، اگر ہم اسلام کو اپنالیں تو یہ سارے فتنے خود مٹ سکتے ہیں۔ اسلام ہی تو کہتا ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ اسلام ہی کہتا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ نوکر اور مزدور کیساتھ اکٹھے کھاؤ پیو، وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ پس اگر مسلمانوں کا صرف قالب ہو اور روح اسلام نہ ہو تو یہ قوم متعفن لاش ہوگی۔ اور اگر روح ہو تو سارا جسم کام کرے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ ■■

نقل کفر کفر نباشد

جناب ابوالخیر اسدی ۔ ملتان

کمیونزم

ایک مذہب جس کی بنیاد مذہب دشمنی پر ہے

کمیونزم کی بنیادی اینٹ | کمیونزم کسی ہنگامی تحریک کا نام نہیں ہے ، بلکہ یہ ایک باضابطہ آئیڈیالوجی ہے ۔ اس کے ماننے والے اس فکر تجدد کے تحت اپنا ایک مخصوص تصورِ حیات رکھتے ہیں جسکی بنیادی شرط خدا کے وجود کا مکمل انکار ہے ۔ اور مذہب جو تعمیرِ انسانیت کے لئے ایک سرمدی اور فطری آئین ہے ۔ اس کے ساتھ دشمنی اور اس کے حقائق کے ساتھ نفرت اور بیزاری کمیونزم کے خمیر میں شامل ہے

یہاں کسی تبصرے کے بغیر اُن کے اپنے جرائد و رسائل سے چند مسموم عبارتیں لکھی جاتی ہیں تاکہ ہمارے وہ فرزندانِ توحید جو ایک دھوکہ کی وجہ سے ان کے فکری حصن میں محبوس ہو چکے ہیں انہیں ان کے مذموم عزائم کا پتہ چل سکے ۔

چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکہ دیا تجھ کو
کہ تو نے شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دی

اسٹالین کی بیٹی سوتیلانہ کا کمیونزم سے انحراف | اسٹالین کی بیٹی سوتیلانہ نے نیویارک پہنچنے پر اس نے جو تحریری بیان پریس کو دیا اس میں اس نے کہا ہے کہ بچپن میں جو مجھے تعلیم دی گئی تھی میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد اس سے انحراف کر لیا ہے ۔ اور یہ انحراف میرا ذاتی ہے کسی تبلیغ کا نتیجہ نہیں ہے ۔

سوتیلانہ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ مجھے بچپن سے کمیونزم کی تعلیم دی گئی ہے اور موجودہ نسل کی طرح میں نے بھی کمیونزم پر یقین کیا ، لیکن عمر کے ساتھ ساتھ میری فکر میں بھی تبدیلی شروع ہو گئی ، ابھی چند سال ہوئے کہ ہمارے ملک میں بحث و مباحثہ کا دور شروع ہوا ہم نظریات کے بارے میں دلائل دینے لگے ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ ہمیں سکھایا گیا ہم اس سے متزلزل ہو گئے ، واقعہ یہ ہے کہ مذہب نے میری فکر میں زبردست انقلاب برپا کیا ، جس خاندان میں میں پلی بڑھی ہوں وہاں خدا کا ذکر

مولانا شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ

تلخیص و ترجمہ : مولانا شبیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ

چاند تک انسانی رسائی

کے خلاف

کوئی نقلی یا عقلی دلیل موجود نہیں

علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز سعودی عرب کے مشہور عالم، اور مفتی ہیں۔ اس وقت سعودی حکومت کیطرف سے مدینہ منورہ کی عظیم مذہبی یونیورسٹی "جامعہ اسلامیہ" کے وائس چانسلر کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اور مسجد نبوی کی مقدس فضا میں بخاری شریف کا درس اور روزانہ بیشمار علمی مسائل کا جواب اور مفتی کا کام بھی سرانجام دیتے ہیں "چاند تک انسانی رسائی" کے بارے میں بھی ان سے متعدد فتوے طلب کئے گئے تو انہوں نے اس مسئلہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک طویل جواب لکھا اور مجلہ "الحق" کو برائے اشاعت ارسال فرمایا۔ اصل مقالہ عربی میں ہے یہاں اس کا ملخص مفہوم پیش ہے۔ (ادارہ)

(التاریخ ۱۶ - ۸ - ۸۹)

"مکتوب"

المملكة العربية السعودية

الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

من عبد العزيز بن عبد الله بن باز الى

حضرة الاخ المكرم رئيس تحرير مجلة

(الحق) الشيخ عبد الحق حفظه الله

سلام عليكم ورحمة الله وبركاته، وبعد

ارفق لكم بهذا كلمة كتبناها فيما

يتعلق بالرحلة الى القمر ارجو التكرم

بنشرها في مجلتكم تعميما للفائدة

والله يوفقكم. والسلام عليكم

ورحمة الله وبركاته۔

عبد العزيز بن عبد الله بن باز

نائب جانسلر الجامعة الاسلاميه

آج کل جبکہ بعض خلاباز چاند کی سطح تک پہنچنے کا دعوی کرتے ہیں اور دیگر ستاروں تک رسائی کی کوششیں جاری ہیں اس مسئلہ کے بارے میں بار بار پوچھ گچھ کے بعد مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر ایک ایسا مقالہ لکھوں جو انشاءاللہ مشعل راہ اور جادۂ حق کا مینار ثابت ہو، تمہید کے طور صرف اتنا عرض کردینا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کسی نادیدہ و نادانستہ حقیقت پر

لب کشائی سے منع فرمایا ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۶ میں تنبیہ فرمادی ۔ " اور آپ اس چیز کے تابع نہ ہوں جس کے متعلق آپ کو علم نہ ہو ۔ یقیناً کان ، آنکھ ، اور دل سے قیامت کے دن پوچھا جائیگا " اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبروں کے بارے میں سورہ الحجرات آیت ۶ میں فرما دیا ہے ۔ " اے ایمان والو ! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لادے تو تم اسکی تحقیق اور چھان بین کر لو ۔ " اہل اسلام کو کسی فاسق کی خبر سننے کے بعد تحقیق و تثبت سے کام لینا چاہیئے ۔ مسلمانوں پر عموماً اور اہل علم حضرات پر خصوصاً لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر نادانستہ طور پر کوئی بات نہ کہے اور نہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام ، جائز و ناجائز قرار نہ دے جبتک کہ معتمد طریقہ اور یقینی دلائل سے اسکو معلوم نہ ہو ۔ ہمارے علماء کرام اور اسلاف عظام کو جب بھی کسی مسئلہ میں مکمل علم نہ ہوتا تو وہ بلا تکلف اَللّٰہُ اَعْلَمُ (خدا بہتر جانتا ہے) یا لَا اَدْرِیْ ۔ (میں نہیں جانتا) سے جواب دیتے ۔ فرشتوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے سبحانك لاعلم لنا ۔ الخ کا جواب دیا ، صحابہ کرامؓ سے جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت فرماتے اور صحابہ کو وہ مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ کا مؤدبانہ جواب دیا کرتے ۔ یہ درحقیقت ان کے کمال علمی ، پختہ ایمان ، تعظیم خداوندی کا اثر تھا ۔ اسی طرح آج ہمیں بھی جبکہ تسخیر قمر کا چرچا ہے ان بے دین لوگوں کی خبروں کی نہ تصدیق کرنی چاہیئے اور نہ تکذیب ۔ بلکہ ہمیں تحقیق اور تدبر قرائن و معلومات کا تجسس لازمی ہے ۔ اگر دلائل و قرائن فاسق اور کافر کی بات کی تصدیق میں ہوں تو ہمیں ان کی باتوں کو مان لینا چاہیئے ورنہ رد کر دینا چاہیئے ۔ علامہ ابن قیمؒ نے کتنی پختہ بات فرمائی ہے

اِنَّ الْبِدَارَ بِرَدِّ شَیْ ءٍ لَمْ تُحِطْ عِلْمًا بِہٖ سَبَبٌ اِلَی الْحِرْمَانِ

کسی بات کو فوراً ہی رد کر دینا (جبکہ آپ کے احاطۂ علم سے بالاتر ہو) محرومی کا ذریعہ ہے ۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ بغیر کسی حجت کے کسی مسلمان پر کافر اور فاسق کا فتویٰ لگادیں ، حالانکہ روایات سے ثابت ہے کہ اگر کسی نے ایک شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جو درحقیقت مسلمان تھا ، اور کفر سے پاک ، تو یہ فتویٰ لگانے والے پر چسپاں ہو جاتا ہے ۔ بنابریں ! ہم نے موضوع زیر بحث کے سلسلہ میں ان قرآنی آیات اور نبویؐ روایات کا بغور مطالعہ کیا جن میں شمس و قمر اور کواکب کا تذکرہ ہے پس ہمیں کوئی ایسی حجت دستیاب نہ ہوسکی جسکی رو سے چاند اور دیگر ستاروں تک انسانی رسائی ممنوع قرار دی گئی ہو ، البتہ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۱۶ ۔ ۱۷ ۔ ۱۸ ۔ سورہ فرقان کی آیت نمبر ۱۶ ۔ سورہ صافات کی آیت ۶ تا ۱۰ ۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر ۵ ۔ سورہ نوح کی آیت نمبر ۱۵ ، ۱۶ ، اور اسی مضمون کی دیگر آیات جن سے وہ گروہ استدلال کرتا ہے جو تسخیر قمر کا منکر ہے اور وہاں تک رسائی کے ماننے والوں کو کافر و فاسق

تک بھی نہیں تھا، لیکن بڑی ہو کر میں خود اس نتیجہ تک پہنچی کہ خدا کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں ہے، لیکن اس یقین کے ساتھ ہی کمیونزم کے اہم اصول کی وہ اہمیت میری نظر میں باقی نہ رہی جو پہلے تھی۔"
(روزنامہ امروز مجریہ ۲۳ اپریل ۱۹۶۷ء)

خدا کا انکار | اگر کوئی کمیونسٹ نوجوان خدا پر یقین رکھتا ہے اور گرجا (یا مسجد) جاتا ہے تو گویا وہ اپنے فرائض کی تکمیل سے قاصر رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے ابھی تک مذہبی توہمات سے گلو خلاصی حاصل نہیں کی اور پوری طرح ایک باشعور انسان (کمیونسٹ) نہیں بنا ہے۔
(ینگ بالشویک نمبر ۶ صفحہ ۵۶ ۱۹۴۹ء فروری)

خدا کا تصور ایک واہمہ ہے | کارل مارکس کہتا ہے: خدا کا تصور ایک واہمہ ہے۔ اس عالم کے ارتقائی وجود میں آج کسی بادشاہ یا خدا کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں ہے۔ (خدا مجرم ہے صفحہ ۳۰)

خدا مجرم ہے (معاذ اللہ) | رسالہ منشور جو ایرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے کراچی کی سرکردگی میں ہر مہینے بارہ ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے اس میں لکھا ہے۔ "خدا انسان کے خلاف کفر بکتا ہے، یہ قانون یہ بھیانک قہر، یہ ناگزیر جرم، آدمی کو آدمی سے لڑانے والا، خدا کو انصاف کی عدالت میں پیش کر دو۔ میں اُسے ملزم قرار دیتا ہوں۔" (رسالہ منشور مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۲)

فرشتوں کی ایسی تیسی | رسالہ منشور میں "اگر اجازت ہو" کے مستقل عنوان کے تحت پابند صوم و صلوٰۃ مسلمان کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں "فرشتوں کی ایسی تیسی، تم اور تمہارے فرشتے سب فراڈ ہیں۔" (رسالہ منشور جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۹)

کمیونسٹ بننے کا بنیادی اصول | "کوئی نوجوان مرد یا عورت اس وقت تک کمیونسٹ نہیں ہو سکتا جب تک وہ مذہبی اعتقادات سے آزاد نہ ہو جائے۔" (روس کا مشہور اخبار پراودا مجریہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

مذہب لوگوں کے لئے افیون ہے | "مذہب لوگوں کے لئے افیون ہے، یہ ایک قسم کی روحانی شراب ہے، اس میں سرمایہ کے غلام اپنے انسانی خدوخال اور ایک اچھی انسانی زندگی سے متعلق اپنے دعووں کو غرق شراب کر دیتے ہیں۔" (وی آئی لینن مجموعہ تصانیف ج ۹ صفحہ ۶۵۸)

دوسری جگہ لکھا ہے: "عوام کو بڑے پیمانہ پر متاثر کرنے کے لئے ثقافتی انقلاب کا سب سے اہم فرض مذہب کے خلاف غیر مشروط طور پر اور باقاعدہ جنگ کرنا ہے، مذہب لوگوں کے لئے ایک افیون ہے۔ (پروگرام آف دی کمیونسٹ انٹرنیشنل صفحہ ۶۶)

ہر شہری کو اسلامی شعائر اور مذہبی اثرات سے بچایا جائے | مقدس مقامات کی زیارت، عبادت،

نماز، جنازہ اور بچوں کا ختنہ کرنا مذہب اور پرانے رسم و رواج کے ایسے بچے کھچے حصے ہیں کہ جن پر آج بھی بعض مقامات پر عمل کیا جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہر شہری کو مذہب کے اثرات سے بچایا جائے۔
(قازستان کے صدر مقام کے ریڈیو اسٹیشن سے ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو نشر کیا گیا۔)

الحادی نظریات کی تربیت دی جائے | پارٹی تنظیم کے سلسلہ میں جو تعلیمی کام انجام دیا جاتا ہے اس میں مذہبی اعتقادات اور توہمات کے خلاف جدوجہد کو اور عوام الناس کو الحادی نظریہ کے مطابق تربیت دینے کے کام کو اہم مقام حاصل ہونا چاہیئے۔ (ینگ بالشویک جولائی ۱۹۵۰ء صـ۵۳)

خدا کے خلاف جنگ اور مذہب کا خاتمہ | ہمیں اسطرح کرنا چاہیئے کہ ہماری ہر ضرب کلیسا کی روایات اور مذہبی پیشواؤں پر پڑے اور وہ عام طور پر مذہب پر حملہ ہو۔ اگر مذہب کے انتشار سے فرقہ پرستوں کو فائدہ پہنچا تو پھر کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوگا، ہمیں مذہبی عقائد سے براہِ راست الحاد کی طرف جانا چاہیئے پوپ خواہ وہ پاسٹر کہلائے، خواہ اسے این پٹریاک یا پوپ کہلائے اس کے خلاف جنگ کرنا کس قدر ناگزیر ہو جاتا ہے، خدا کے خلاف جنگ کرنا بھی اسی طرح ناگزیر ہے خواہ وہ اللہ کہلائے یا بدھ یا عیسیٰ۔
(سرکاری ضابطہ جاری کردہ محکمۂ تعلیمات عامہ اسپٹیانوف)

اشتراکیت اور مذہب ایک دوسرے کی ضد ہیں، اور دونوں کا وجود ایک ساتھ قائم نہیں رہ سکتا، مذہب کی فتح ہونے کی صورت میں اشتراکیت میں اضمحلال آجائے گا۔ اشتراکی حکومت صرف اس معاشرے میں قائم کی جاسکتی ہے جو مذہب کے وجود سے پاک ہو۔
(ڈپلومیٹک ایربک آف دی سویٹ یونین ۱۹۴۹ء)

اشتراکی نظریہ مذہب کی مخالفت پر مجبور ہے | جدلی مادیت مارکس اور لینن کا فلسفہ اور اشتراکی جماعت کی نظریاتی بنیاد مذہب سے مطابقت نہیں رکھتی۔ دنیا کے متعلق اشتراکی جماعت کا نظریہ سائنسی مفروضات پر قائم ہے جب کہ مذہب سائنس کی تردید کرتا ہے۔ چونکہ اشتراکی جماعت کی سرگرمیاں سائنسی بنیاد پر قائم ہیں اس لئے یہ مذہب کی مخالفت کرنے پر مجبور ہے۔ (ینگ بالشویک کے مذہب کے متعلق کو سوال کے خیالات نمبر ۶ ۱۹۲۶ء صـ۵۹)

مذہب کو کامل طور پر ختم کر دیا جائے | مذہب کا کامل طور پر خاتمہ اس صورت میں ہوگا جب وہ تمام معاشرتی وجوہ جن سے مذاہب عالم وجود میں آئے ہیں ختم ہو جائیں گی۔ یعنی لوٹ کھسوٹ کرنے والا معاشرہ ختم ہو جائے اور اشتراکی معاشرے کا قیام عمل میں آجائے۔ (پاپولر ایجوکیشن اپریل ۱۹۲۹ء صـ۱۵)

مذہب کی جڑوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ | مذہب کے خلاف جنگ صرف تصوراتی اور نظریاتی حدود تک محدود نہیں رہنی چاہیئے بلکہ اس جنگ کو عملی طبقاتی تحریک سے مذہب کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا جائے۔ (دی آئی لینن درباب مذہب صـ۱)

مذہب ایک فریب ہے | ایم آئی کیلی تن نے کہا تھا کہ ہم کسی کو مذہب کے ماننے پر ستاتے نہیں ہیں بلکہ ہم مذہب کو ایک فریب تصور کرتے ہیں اور مذہب کے خلاف تعلیم کے ذریعہ جنگ کرتے ہیں۔ (نوجوان کمیونسٹ کو سومول رپورٹ ہدایت ص۳۷ ج۱۱)

اشتراکی کون ہے؟ | جب اشتراکی پارٹی کے بعض ممبر گاہ گاہ مذہب کے خلاف پروپیگنڈے کے پورے طور پر مؤثر ہونے میں مانع ہوتے ہیں۔ اگر ایسے ارکان پارٹی سے خارج کر دیئے جائیں تو بڑا اچھا ہوگا، کیونکہ پارٹی میں ایسے کمیونسٹوں کے لئے جگہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ وہی نوجوان کمیونسٹ مذہبی تعصبات اور توہمات کے نقصان کو صحیح طور پر واضح کر سکتا ہے جو خود ان توہمات سے محفوظ ہو۔ ایک نوجوان اُس وقت تک اشتراکی نہیں ہو سکتا جب تک وہ مذہبی اعتقادات سے آزاد نہ ہو۔

(نوجوان اشتراکی ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

مارکس اور لینن کا بنیادی نظریہ | مارکس اور لینن کا فلسفہ جو کمیونسٹ پارٹی کی بنیاد ہے مذہب کی ضد ہے۔ پارٹی کا عالمی تصور سائنس کی حقیقتوں پر مبنی ہے اور مذہب سائنس کے خلاف ہے، چونکہ پارٹی کا اپنا عمل سائنسی حقیقتوں پر مبنی ہے اس کے عمل کے مجرمانہ ہونے کے لئے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ مذہبی اصول جو سکھائے جا رہے ہیں وہ کیا ہیں اور کس قسم کے ہیں۔ (ضابطہ فوجداری ۱۹)

مذہبی اداروں کی امداد روک دو | پرولتاری اسٹیٹ یعنی عوامی ریاست کو چاہیئے کہ وہ عبادت خانوں کو کسی قسم کی امداد نہ دے۔ ریاست کی طرف سے دی جانے والی تعلیم میں مذہبی اداروں کو دخل دینے سے روکے، بلکہ ریاست کو چاہیئے کہ مذہبی اداروں یا ان کے انفرادی نمائندوں کی ردانقلاب سرگرمیوں کی روک تھام کرے۔ (تھرڈ انٹرنیشنل پروگرام)

مزدور اور مذہب | بورژوا یعنی متوسط طبقہ کے تعصبات اور توہمات کا مقابلہ کرنے کے مسائل میں پہلا نمبر مذہب کے خلاف جنگ ہے اس جنگ میں معاملہ فہمی اور ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے، خصوصاً مزدوروں کے ان طبقوں میں جن کی روزمرہ کی زندگی میں مذہب گہرے طور پر سرایت کئے ہوئے ہے۔ (تھرڈ انٹرنیشنل پروگرام)

■■

جناب وحید الدین خان صاحب

قرآن کریم ——— خدا کی آواز

حقائق اور مشاہدات کی کسوٹی پر

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے :

پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات دئے جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے ، اور مجھ کو جو معجزہ عطا ہوا ہے وہ قرآن ہے ۔

(بخاری باب الاعتصام)

یہ ارشاد ہماری تلاش کے صحیح رخ کو متعین کرتا ہے ۔ وہ بتاتا ہے کہ رسول کی رسالت کو پہچاننے کیلئے آج ہمارے پاس جو سب سے بڑا ذریعہ ہے وہ وہ کتاب ہے جسکو رسول نے یہ کہہ کر پیش کیا تھا کہ وہ اس کے پاس خدا کی طرف سے اتری ہے ۔ قرآن ، رسول کا نمائیندہ بھی ہے اور رسول کے رسول برحق ہونے کی دلیل بھی ۔

قرآن کی وہ کیا خصوصیات ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے اترا ہے ۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں ، یہاں میں چند پہلوؤں کا مختصراً ذکر کروں گا ۔

۱۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز جو قرآن کے طالب علم کو متاثر کرتی ہے وہ قرآن کا چیلنج ہے جو چودہ سو برس سے دنیا کے سامنے ہے ۔ مگر آج تک اس کا جواب نہ دیا جا سکا ۔ قرآن میں بار بار یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جو لوگ قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کے بارے میں مشتبہ ہیں ، اور اس کو محض اپنے جیسے ایک انسان کی تصنیف سمجھتے ہیں ، وہ ایسی ایک کتاب بنا کر پیش کریں ، بلکہ اس کے جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر دکھا دیں ۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۔ (بقرہ ۔ ۲۳)

اپنے بندے پر اپنا جو کلام ہم نے اتارا ہے اگر اس کے (کلام الٰہی ہونے کے) بارے میں تمہیں شبہ ہے تو اس کے جیسی ایک سورۃ لکھ کر لے آؤ اور خدا کے سوا اپنے تمام شہداء کو بھی بلا لاؤ ، اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو ۔

یہ ایک حیرت انگیز دعویٰ ہے جو ساری انسانی تاریخ میں کسی بھی مصنف نے نہیں کیا اور نہ بقید ہوش و حواس کوئی مصنف ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت کر سکتا، کیونکہ کسی بھی انسان کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک ایسی کتاب لکھ دے جس کے ہم پایہ کتاب دوسرے انسان نہ لکھ سکتے ہوں، ہر انسانی تصنیف کے جواب میں اسی درجہ کی دوسری انسانی تصنیف تیار کی جا سکتی ہے، قرآن کا یہ کہنا کہ وہ ایک ایسا کلام ہے جیسا کلام انسانی ذہن تخلیق نہیں کر سکتا، اور ڈیڑھ ہزار برس تک کسی انسان کا اس پر قادر نہ ہونا قطعی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ یہ ایک غیر انسانی کلام ہے۔ یہ خدائی منبع (DIVINE ORIGIN) سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ اور جو چیز خدائی منبع سے نکلی ہو اس کا جواب کون دے سکتا ہے۔

تاریخ میں چند مثالیں ملتی ہیں، جبکہ اس چیلنج کو قبول کیا گیا۔ سب سے پہلا واقعہ لبید ابن ربیعہ کا ہے جو عربوں میں اپنے قوت کلام اور تیزی طبع کے لئے مشہور تھا، اس نے جواب میں ایک نظم لکھی جو کعبہ کے پھاٹک پر آویزاں کی گئی اور یہ ایک ایسا اعزاز تھا جو صرف کسی اعلیٰ ترین شخص ہی کو ملتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد ہی بعد کسی مسلمان نے قرآن کی ایک سورۃ لکھ کر اس کے قریب آویزاں کر دی۔ لبید (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) جب اگلے روز کعبہ کے دروازے پر آئے اور سورہ کو پڑھا تو ابتدائی فقروں کے بعد ہی وہ غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے اور اعلان کیا کہ بلاشبہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے اور میں اس پر ایمان لاتا ہوں[1] —— حتیٰ کہ عرب کا یہ مشہور شاعر قرآن کے ادب سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس کی شاعری چھوٹ گئی، بعد کو ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان سے اشعار کی فرمائش کی تو انہوں نے جواب دیا:

"جب خدا نے مجھے بقرہ اور آل عمران جیسا کلام دیا ہے تو اب شعر کہنا میرے لئے زیبا نہیں۔" (استیعاب ابن عبدالبر، ترجمہ لبید)

دوسرا اس سے زیادہ عجیب واقعہ ابن المقفع کا ہے جس کو نقل کرتے ہوئے ایک مستشرق (WOLLASTON) لکھتا ہے:

—that Muhammad's boast as to the literary excellence of the Quran was not unfounded, further evidenced by a circumstance, which

---

[1] Muhammad The Holy Prophet by H.G. SARWAR. P-448

Occured about a century after the establishement of Islam. MUHAMMAD: HIS LIFE & DOCTRINE, P.143

"یعنی یہ بات کہ قرآن کے اعجاز کلام کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے غلط نہیں تھے یہ اس واقعہ سے ثابت ہو جاتا ہے جو اسلام کے قیام کے سو سال بعد پیش آیا۔"

" واقعہ یہ ہے کہ منکرین مذہب کی ایک جماعت نے یہ دیکھ کر کہ قرآن لوگوں کو بڑی شدت سے متاثر کر رہا ہے، یہ طے کیا کہ اس کے جواب میں ایک کتاب تیار کی جائے، انہوں نے اس مقصد کیلئے ابن المقفع (م ۷۲۷ء) سے رجوع کیا جو اس زمانے کا ایک زبردست عالم، بے مثال ادیب اور غیر معمولی ذہین وطباع آدمی تھا۔ ابن مقفع کو اپنے اوپر اتنا اعتماد تھا کہ وہ راضی ہو گیا، اس نے کہا کہ میں ایک سال میں یہ کام کر دوں گا۔ البتہ اس نے یہ شرط لگائی کہ اس پوری مدت میں اسکی تمام ضروریات کا مکمل انتظام ہونا چاہیئے تاکہ وہ کامل یکسوئی کے ساتھ اپنے ذہن کو اپنے کام میں مرکوز رکھے۔

نصف مدت گذر گئی تو اس کے ساتھیوں نے یہ جاننا چاہا کہ اب تک کیا کام ہوا ہے۔ وہ جب اس کے پاس گئے تو انہوں نے اس کو اس حال میں پایا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے، قلم اس کے ہاتھ میں ہے، گہرے مطالعہ میں مستغرق ہے، اس مشہور ایرانی ادیب کے سامنے ایک سادہ کاغذ پڑا ہوا ہے، اس کی نشست کے پاس لکھ لکھ کر پھاڑے ہوئے کاغذات کا ایک انبار ہے، اور اسی طرح سارے کمرہ میں کاغذات کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اس انتہائی قابل اور فصیح اللسان شخص نے اپنی بہترین قوت صرف کر کے قرآن کا جواب لکھنے کی کوشش کی۔ مگر وہ بری طرح ناکام رہا، اس نے پریشانی کے عالم میں اعتراف کیا کہ صرف ایک فقرہ لکھنے کی جدوجہد میں اس کے چھ مہینے گذر گئے مگر وہ لکھ نہ سکا، چنانچہ ناامید اور شرمندہ ہو کر وہ اس خدمت سے دست بردار ہو گیا۔

اس طرح قرآن کا چیلنج بدستور آج تک قائم ہے۔ اور صدیوں پر صدیاں گذر گئیں مگر کوئی اس کا جواب نہ دے سکا۔ قرآن کی یہ ایک حیرت انگیز خصوصیت ہے۔ جو بلا اشتباہ یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ مافوق ہستی کا کلام ہے، اگر آدمی کے اندر فی الواقع سوچنے کی صلاحیت ہو تو یہی واقعہ ایمان لانے کے لئے کافی ہے۔

قرآن کے اس معجزانہ کلام کا نتیجہ تھا کہ عرب کے لوگ، جو فصاحت و بلاغت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور جن کو اپنے کلام کی برتری کا اتنا احساس تھا کہ عرب کے سوا بقیہ دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ وہ قرآن کے کلام کے آگے جھکنے پر مجبور ہو گئے، تمام لوگوں کو اس کے برتر ادب کا اعتراف

کرنا پڑا۔ ضماد ازدی نام کے ایک عرب آپ کے پاس آئے، وہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے، آپ نے انہیں قرآن کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا، وہ سن کر حیران رہ گئے، ان کی زبان سے بے اختیار یہ فقرہ نکلا:

"خدا کی قسم میں نے کاہنوں کی بولی، جادوگروں کے منتر اور شاعروں کے قصائد سنے ہیں، مگر تمہارا کلام کچھ اور ہی ہے، یہ تو سمندر تک میں اثر کر جائے گا۔"

(مسلم، باب تخفیف الصلوٰۃ)

—— اس طرح کے بیشمار اعترافات ہیں جو قدیم تاریخ میں بھی موجود ہیں اور حال کے واقعات میں بھی۔

(باقی آئندہ)

اقوال حضرت امام غزالیؒ

- فسق و فجور سے بچنا تاوقتیکہ نظر کی حفاظت نہ کی جائے دشوار ہے۔
- بعض لوگ توکل کے یہ معنی لیتے ہیں کہ حصول معاش کی کوشش اور تدبیر نہ کریں، مگر یہ خیال جاہلوں کا ہے، کیونکہ یہ شریعت میں سراسر حرام ہے۔
- اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھ لینا جہالت ہے، بلکہ ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے۔
- بدخلقی نجاست باطنی کی دلیل ہے۔
- کلام میں نرمی اختیار کر کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا زیادہ اثر پڑتا ہے۔
- خاموشی عبادت ہے بغیر محنت کے، ہیبت ہے بغیر سلطنت کے، قلعہ ہے بغیر دیوار کے، فتحیابی ہے بغیر ہتھیار کے، آرام ہے کراماً کاتبین کا، قاعدہ ہے مؤمنین کا، شیوہ ہے عاجزوں کا، دبدبہ ہے حاکموں کا، مخزن ہے حکمتوں کا، جواب ہے جاہلوں کا۔
- دنیا کو دنیا کے کاموں سے حاصل کر اور خدا کا نام خدا ہی کے واسطے لے۔
- تمسخر اکثر منقطع دوستی، دل شکنی اور دشمنی کا باعث ہوتا ہے، اس سے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔
- تکلف کی زیادتی محبت کی کمی کا باعث بن جاتی ہے۔
- عورت کی بداخلاقی پر صبر کرنا، اسکی ضروریات مہیا کرنا اور راہ شرع پر اس کو قائم رکھنا بہتر عبادت ہے۔

٭٭٭

مولانا بہاؤ الحق قاسمی لاہور

اشتراکیت کا شجرۂ خبیثہ

★

روسی شیشے میں ایرانی شراب

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زر اور زمین کے اشتراک کا نظریہ روسیوں کی اختراع ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں، اس نظریہ کا اختراع کرنے والا دراصل ایک شخص "مزدک" نامی تھا، جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ایران میں نوشیرواں کے والد شاہ قباد کے عہد حکومت میں ایک فرقہ قائم کیا تھا، جو فرقہ مزدکیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ مزدک نے اپنے جدید مذہب کی طرف شاہ قباد کو بھی دعوت دی، جسے اس نے قبول کر لیا۔ لیکن آخر نوشیروانِ عادل نے مزدک کے خرافات پر مطلع ہو کر اس کو قتل کر دیا، اور یہ فتنہ جہاں سے اٹھا تھا، وہیں ختم کر دیا گیا۔

علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی (المتوفی ۵۴۸ھ) نے مزدک کا پروگرام حسب ذیل مختصر الفاظ میں نقل کیا ہے:

وکان مزدک ینھی الناس	یعنی مزدک لوگوں کو باہمی بُغض و مخالفت اور قتل و
عن المخالفۃ والمباغضۃ والقتال	قتال سے روکتا تھا اور چونکہ یہ چیزیں صرف عورتوں
ولما کان اکثر ذالک انما	اور اموال (زر۔ زمین) ہی کی وجہ سے وقوع میں
یقع بسبب النسآء والاموال	آتی ہیں۔ اس لئے اس نے (سب کیلئے) عورتوں
فاحل النساء واباح الاموال	کو حلال اور اموال کو مباح کر دیا اور ان میں تمام
وجعل الناس شرکۃ فیھما	انسانوں کو برابر کا حصہ دار قرار دیا۔ جیسا کہ وہ سب
کاشتراکھم فی الماء والنار	پانی آگ اور خود رو گھاس میں شریک ہیں"۔
والکلاء۔ (الملل والنحل ص۱۳۶)	

روسی اشتراکیوں کا پروگرام مزدک کے پروگرام سے بہت ملتا جلتا ہے، البتہ دو باتوں میں بظاہر

فرق معلوم ہوتا ہے، اوّل یہ کہ مزدک باہمی جنگ و قتال سے روکتا تھا۔ اس کے خلاف روسی اشتراکیوں کے پروگرام کی بنیاد مختلف طبقوں کی باہمی خانہ جنگی پر قائم ہے۔ اور اس کو انہوں نے ۱۹۱۷ء کی بازل کانفرنس میں بطور ایک اصولی ضابطہ کے منظور کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو کتاب "لینن" مترجمہ ڈاکٹر اشرف صفحہ ۸۰، ۸۹، ۹۷)

لیکن میرا خیال ہے کہ مزدک کو چونکہ ابھی سیاسی اقتدار حاصل نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس نے غالباً سیاسی مصالح کی بناء پر قتل و قتال سے روکا ہوگا۔ ورنہ اگر اُسے بھی روسیوں کی طرح سیاسی اقتدار حاصل ہو جاتا تو وہ بھی طبقاتی جنگ کو بطور اصول پیش کرتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مزدک نے عورتوں کو تمام مردوں کی مشترکہ دولت قرار دیا تھا، لیکن اس باب میں روسی اشتراکیوں کا کوئی واضح طریق کار مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس ان کے پروگرام کی تفصیلات پر مشتمل لٹریچر موجود نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس خصوص میں بھی اشتراکیوں کا وہی نظریہ ہو جو ایرانی اشتراکیوں (مزدکیہ) کا تھا، لیکن میں اس سے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ میں حامی اشتراکیت پرنسپل چھبیلداس کی تحریروں کے حوالہ سے یہ بتا چکا ہوں کہ روسی اشتراکی عورتوں کے لئے "دوست" مہیا کرنے کی سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں، اور وہ بچوں کے "حلالی" اور "حرامی" ہونے کے امتیاز کے قائل نہیں ہیں، اس سے کم از کم اتنا تو ثابت ہوا کہ روس میں ایرانی اشتراکیوں کے نظریہ کو قانونی شکل دینے سے پہلے ابھی اس کا بتدریج تجربہ کیا جا رہا ہے۔ رہا اموال کے اشتراک کا نظریہ تو وہ ہو بہو وہی ہے جو ایران کے اشتراکیوں نے قائم کیا تھا۔

بعض ملاحدہ و زنادقہ میں اشتراکیت | مزدک کے بعد بعض نام نہاد مسلمانوں یعنی زندیقوں اور ملحدوں نے بھی اشتراکیت کے عقیدہ کو اختیار کیا لیکن ملتِ اسلامیہ نے متفقہ طور پر اس عقیدہ کو اسلام کی نقیض قرار دیا۔ چنانچہ علامہ ابو شکور سالمیؒ نے اس قسم کے زنادقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے،

ومنهم من قال ان اموال الدنيا	ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں، جن کا یہ قول ہے
مشتركة بين بنى آدم بسبب	کہ دنیا کے اموال تمام اولاد آدمؑ میں بوجۂ آدم و
الوراثة من آدم وحوا عليهما	حوا علیہما السلام کے وارث ہونے کے مشترک
السلام ومن اخذ شيئاً فذالك	ہیں۔ اور جو شخص جو چیز بھی لے لے وہ اسی کا حق
حقه ولا يجوز لاحد ان يمنعه	ہے۔ اور کسی دوسرے شخص کے لئے یہ جائز نہیں
وهذا كفر۔ (تمہید ابو شکور سالمیؒ ص۱۹۶)	کہ وہ اس کو اس چیز کے لینے سے منع کرے۔

اشتراکی مساوات و اخلاق کی سادہ تصویر | محترم میاں صاحب اشتراکی تحریک کی جس مساوات کا

ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، اور اسکو "اسلامی دعوت کی تجدید" قرار دیتے ہوئے نہیں جھکتے۔ اس کی حقیقت آپ کو اقتباسات ذیل سے معلوم ہوسکتی ہے:

۱۔ "مذہبی فرقے اطاعت، غربت اور عفت کے حلف لیا کرتے تھے۔ عفت وہ خوبی نہیں، جس پر انتہائی اشتراکی اخلاق مصر ہوں۔ لیکن اطاعت اور کسی حد تک غربت کا تقاضا یہ ضرور کرتے ہیں، خلاف ورزی ضبط کی سزا، کسی بڑے آدمی کے لئے علانیہ تنبیہہ اور اعلیٰ عہدے کا چھن جانا ہے (چند سطروں کے بعد) چھوٹے آدمیوں کے لئے تنزل زیادہ سخت ہوتا ہے، اور سزا رکنیت سے لیکر روس کے وسیع علاقوں کے کسی دور افتادہ اور ناپسندیدہ حصے میں جلاوطنی تک ہوتی ہے۔ (منقول از کتاب "سوویٹ روس کا نظام کار" مترجمہ جناب مولوی مظہر علی صاحب اظہر صفحہ ۱۶)

یہ "چھوٹے اور بڑے" کا سوال اور ان کی سزا میں نمایاں امتیاز ملاحظہ فرمائیے اور پھر میاں صاحب سے پوچھئے کہ کیا "اسلامی دعوت مساوات کی تجدید" اسی کو کہتے ہیں۔؟ مرد اور عورت کے درمیان جس قسم کی مساوات اور اخلاق اشتراکی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا اُسے بھی حامی اشتراکیت پرنسپل چھبیلداس کے الفاظ ذیل میں دیکھئے:

۲۔ "سوشلزم تو ہر بات میں عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیتی ہے (سوشلزم ص)

۳۔ "عورت بھی تو چاہتی ہے کہ میں بھی چند لمحوں کے لئے اس دردِ سر (خانگی کاموں) سے نجات حاصل کرکے اپنے دوستوں اور ساتھیوں میں مل جُل کر بیٹھوں" ص ۲۰

۴۔ "روس میں کسی بھی بچے کو ناجائز یا حرامی نہیں سمجھا جاتا، بچوں کی پرورش کے لئے ملک بھر میں ہزاروں آشرم قائم کئے گئے ہیں، جہاں کام پر جانے والی عورتیں اپنے بچوں کو چھوڑ جاتی ہیں" (سوشلزم صفحہ ۹۲)

منقولہ بالا اقتباسات کو پرنسپل چھبیلداس نے اُن تدابیر کے ذیل میں درج کیا ہے، جن کے ذریعہ اشتراکی لوگ مذہب کو ملیامیٹ کرنے کی گذشتہ بیس سال سے کوشش کر رہے ہیں، گویا انکی "مساوات" کا مقصد بھی مذہب کی بیخ کنی، عورتوں کے لئے "دوست" مہیا کرنا، عفت و پاکدامنی کا تصور تک دلوں سے نکالنا اور "حلالی" اور "حرامی" کا امتیاز اٹھا دینا ہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ میاں صاحب اس "مساوات" کو اسلامی مساوات سے ماخوذ سمجھتے ہیں۔ فَالَی اللّٰہِ المُشتکیٰ۔

مولانا محمد عبد اللہ صاحب۔ بھکّر

بارگاہِ رسالت اور شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ

عشق و محبت کی جیتی جاگتی تصویر

اس وقت بھی اکابر دیوبند کے خلاف سادہ لوح مسلمانوں کو بدظن کرنے کی ایک مہم چل رہی ہے، اس لئے ہم اس ضمن میں اکابر دیوبند کے کچھ مبشرات، واقعات اور ارشادات نہایت اختصار سے پیش کر رہے ہیں، جن سے اکابر علماء دیوبند کے بارگاہِ رسالت سے تعلق اور محبت اور بارگاہِ رسالت میں ان کی مقبولیتؐ محبوبیت کا کسی قدر اندازہ ہو سکے گا۔ "ادارہ"

★

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت سید حبیب اللہؒ نہایت پاک باز بزرگ تھے، اُس زمانہ کے مشہور بزرگ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے خلفاء میں سے تھے، اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی اور شیخ ہی کی بارگاہ میں بارگاہِ رسالت کا عشق رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا، شیخ کا وصال ہوا تو آپ کو بے پناہ صدمہ ہوا۔ ہر وقت بے چین رہتے، اپنے وطن ہندوستان سے دل اچاٹ ہوگیا اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ فرمالیا، حضرت مدنیؒ ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے تو آپ کے والد حضرت سید حبیب اللہؒ نے ہجرت کی تیاری مکمل کر لی اور اپنے خاندان سمیت ترکِ وطن کر کے دیارِ حبیب میں جا آباد ہوئے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا کچھ نعتیہ کلام بھی "نقشِ حیات" میں نقل کیا ہے جس کا ایک ایک لفظ عشقِ نبویؐ میں ڈوبا ہوا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

اے بہارِ باغِ رضواں کوئے تو — بلبلِ سدرہ اسیرِ موئے تو
سجدہ ریزاں آمدہ سویت حبیب — اے ہزاراں کعبہ در ابروئے تو
اے رسولِ عربی آپ کی فرقت کے قتیل — پلِ محشر سے سُبک پار اتر جاتے ہیں

سر رہے یا نہ رہے پر یہ سودا سر میں | عشق احمد کا خدایا یہی ہم چاہتے ہیں
اس حبیب دل شکستہ پہ نظر ہو جائے | درد مندوں کی ... آپ کئے جاتے ہیں

زن و فرزند ہیں خود بھی دل و جاں بھی سبھی تجھ پہ
تصدق یا نبی اللہ تو محبوب یگانہ ہے
بصارت تیز کرتی ہے حبیب اس کوچہ کی مٹی
دل و جاں خانماں سب ہیچ وہ سرمہ لگانا ہے

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق مسجد نبوی کی مبارک اور پر انوار فضاؤں میں تدریس کا آغاز کیا آپ کا حلقہ درس بہت جلدی مقبول ہوگیا اور ممالک اسلامیہ کے طلباء آپ کے پاس کھنچے کھنچے آنے لگے، یہاں تک کہ آپ کو شیخ الحرمین کے بلند خطاب سے یاد کیا جانے لگا۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۸ برس حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ کر اور خود صاحب کتاب و سنت (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اور ان کے زیر نظر رہ کر درس کتاب و سنت دیا جس سے مشرق و مغرب کے ہزارہا عوام و خواص اور علماء و فضلاء مستفید ہوئے اور حجاز و شام، مصر و عراق اور ترکی و تاتار وغیرہ تک آپ کے کمالات کا شہرہ پہنچ گیا ـــ قیام مدینہ کی انتہا اس پر ہوئی کہ آپ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اسارت مالٹہ کے موقع پر اپنے استاد کی معیت میں پانچ برس اسارت خانہ میں رہے، گویا حرم نبوی کے ارشارہ پر حرم شیخ میں مکرر داخل ہوئے۔[1]

تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کے مطابق پوری مستعدی اور ہمت سے ذکر و شغل بھی جاری رکھا اور مدینہ کی مقدس وادیوں میں سلوک و طریقت کی مشکل ترین گھاٹیاں بھی عبور کر ڈالیں، روزانہ بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام پیش کرکے وہیں مسجد شریف میں ہی ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے، بدن میں غیر اختیاری حرکت پیدا ہو جاتی تو اٹھ کر جنگل میں تشریف لے جاتے، کبھی مسجد الاجابہ کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں بیٹھ کر اللہ کے نام کی ضربیں لگاتے اور کبھی کسی دوسری وادی میں جا کر اوراد و وظائف پورے کرتے، اللہ تعالیٰ کی یاد اور

---

[1] مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی برکت سے مبشرات اور رویائے صالحہ کا سلسلہ شروع ہوا تو معاملہ یہاں تک پہنچا کہ بلا حجاب زیارت اور "وعلیکم السلام یا ولدی" کے مبارک جواب سے سرفراز ہوئے ——

ایک دن آپ اردو شعروں کی کتاب پڑھ رہے تھے کہ آپ کے سامنے یہ مصرعہ آیا۔ ہاں اسے حبیب رخ سے ہٹا دو نقاب کو۔ یہ آپ کو بہت بھلا معلوم ہوا، روضۂ اطہر کے قریب پہنچ کر صلوٰۃ وسلام کے بعد نہایت بے قراری کے عالم میں یہ مصرعہ پڑھتا اور شوقِ دیدار میں رونا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو اسی بیداری میں نظر آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کا چہرہ بالکل سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔[1]

مشہور عالم اور بزرگ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی مرحوم نے بیان فرمایا کہ ایک بار زیارت بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربارِ رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مشائخِ وقت سے یہ تذکرہ سُنا کہ امسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ہے، ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربارِ رسالت سے "وعلیکم السلام یا ولدی" کے پیارے الفاظ سے ان کو جواب ملا۔ اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا۔ مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے۔ دل تڑپ اٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی تاکہ اس محبوبِ بارگاہِ رسالت کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کر لوں۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سید حبیب اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فرزند ارجمند ہے ... گھر پہنچا ملاقات کی تنہائی پا کر اپنی طلب وجستجو کا راز بتایا۔ ابتداءً خاموشی اختیار کی، لیکن اصرار کے بعد کہا "بیشک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے" یہ نوجوان تھے مولانا حسین احمد مدنیؒ۔[2]

آپ آخری بار ۱۳۷۴ھ میں جب زیارت بیت اللہ شریف و زیارت روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشریف لے گئے تو بحری جہاز میں آپ نے ایک تقریر فرمائی جس کا ایک ایک جملہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے لبریز ہے۔ اس تقریر میں دربارِ رسالت میں حاضری کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جا رہے ہو تو جس قدر ممکن ہو عجز و انکسار اختیار کرو، جملہ عاشقوں کے سردار آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر ممکن ہو درود شریف پڑھتے ہوئے تلاوت کر کے ہدیہ بھیجیے۔

---

[1] ملخصاً نقشِ حیات جلد اول صفحہ ۹۴

[2] الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۴۹

اس راہ عشق کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لئے میرے نزدیک اور علماء کے ایک گروہ کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کے پاس حاضری دے کر عرض کرو، یا رسول اللہ ہم حاضر ہوئے ہیں ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا فرمائیے۔ شفاعت فرمائیے۔ پھر جناب باری سبحانہ کے گھر کی طرف لوٹا جائے تاکہ آپ کے وسیلہ سے اللہ پاک حج کی اس عاشقانہ عبادت کو قبول فرمائے [1]

اپنے ایک مرید کو خط کے جواب میں لکھتے ہیں: بارگاہ نبوت سے استفادہ کرنا سوء ادب کیوں ہوگا؟ بارگاہ میں حاضر ہو کر بعد ادائے صیغ صلوٰۃ وسلام مذکورہ درود شریف کی کثرت بصیغہ خطاب زیادہ مفید ہے۔ اس کے علاوہ استفادہ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ مراقبہ ذات الٰہیہ میں مشغول رہیں جو کچھ فیوض پہنچنے والے ہیں وہ پہنچیں گے، اس کے قصد یا سوال کی ضرورت نہیں، حاضری روضہ مبارک کے وقت میں آنحضرت علیہ السلام کی روح پر فتوح کو وہاں جلوہ افروز، سننے والی، جاننے والی، غایت جمال وجلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جائے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ رکھا جائے، جو لوگ مقصر آداب وسنن ہوں ان کی تحقیر وتوہین کی طرف خیال نہ کیا جائے اور نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیطرف بلاضرورت شدیدہ توجہ کی جائے، فضول باتوں اور لوگوں کی مجالس میں بلاضرورت حاضری سے گریز کیا جائے، اوقات کو درود شریف، ذکر، مراقبہ، قرأت قرآن، نوافل سے معمور رکھا جائے۔ [2]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے اکابر کے نظریات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ہمارے حضرات اکابر کے اقوال عقائد کو ملاحظہ فرمائیے، یہ جملہ حضرات، ذات حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ ومیزاب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد کئے ہوئے ہیں، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہوا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں، غرض کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ

---

[1] ارشادات ص۱۳۱ [2] ارشادات ص۵۸

واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے۔ یہی معنی لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللّٰہ نوری اور انا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں۔[۱]

یہ جملہ حضرات ذات سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود افضل الخلائق و خاتم النبیین ماننے کے آپ کو جملہ کمالات کے لئے اہلِ عالم کے واسطے واسطہ مانتے ہیں یعنی جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی، نبوت ہو یا رسالت صدیقیت ہو یا شہادت، سخاوت ہو یا شجاعت، علم ہو یا مروت، فتوحات ہو یا وقار، وغیرہ وغیرہ سب کے ساتھ اوّلاً بالذات آپ کی ذات والا صفات جناب باری عزوشانہٗ کی جانب سے متصف کی گئی اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا۔[۲]

ایک مرتبہ درسِ بخاری میں ارشاد فرمایا کہ ایک حاجی صاحب مدینہ منورہ پہنچے اور یہ کہہ دیا کہ مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہوتا ہے۔ رات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ جب مدینہ کا دہی کھٹا ہے تو آپ یہاں کیوں تشریف لائے، یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ صاحب جب بیدار ہوئے تو بہت گھبرائے، لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ اب کیا کروں کسی صاحب نے فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر جا کر دعا کرو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم فرمائے چنانچہ یہ صاحب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر گئے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں، رات کو حضرت حمزہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا مدینہ منورہ سے چلے جاؤ ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔ اس کے بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہئے، بلکہ وہاں کی مصیبتوں کو خوشی سے برداشت کرنا چاہئے، مدینہ منورہ کے باشندوں کا احترام کرنا چاہئے اگر ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہئے۔[۳]

ختم بخاری شریف کے وقت پر ارشاد فرمایا کہ اصلاحِ نفس کے لئے اشتغال بالحدیث سب سے اقرب ذریعہ ہے اور اس کے بعد فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ بیان فرمایا کہ شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مقدس (زادہا اللہ شرفا) پر حاضر ہو کر مشاہدہ کیا کہ جو لوگ اشتغال بالحدیث رکھنے والے ہیں، ان کے قلب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک نورانی دھاگوں کا سلسلہ جاری ہے۔[۴]

---

[۱] الشہاب الثاقب ص ۶۵　　[۳] انفاس قدسیہ ص ۲۵۸
[۲] 〃　〃　ص ۶۶　　[۴] 〃　〃　ص ۲۶۹

جناب مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار - مردان

چاند کی تسخیر اور مرزا غلام احمد قادیانی

★

مرزا نے مسیح موعود کہلانے کے شوق میں انسان کی آسمانی پرواز سے انکار کیا

★

مرزا صاحب نے آج سے اسی سال پہلے یعنی ۱۳۰۸ھ میں "ازالہ اوہام" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر شائع کی، یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا، جب ان پر مسلمانوں کی طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی کہ آخر وہ کیسے مسیح موعود بن سکتے ہیں جبکہ اصلی مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور وہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے مطابق آخر زمانے میں دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور اپنا کام پورا کریں گے تو اس کے جواب میں مرزا صاحب نے عجیب وغریب تاویلات کا سہارا لیا۔ ازالۂ اوہام ان کے اسی زمانے کی یادگار ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے انکار کیا۔ اس بارے میں جو آیات واحادیث وارد ہیں ان کی بے سروپا تاویلیں کر کے سب سے انکار کیا اور کہا کہ قدیم وجدید فلسفہ اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان جسم خاکی کیساتھ آسمان پر جا سکے، پھر جب مسلمانوں نے انہیں بتایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج تو جسد مبارک کے ساتھ ہوئی تھی اور حضور جسم وروح کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے تھے، تو انہوں نے اپنے دعوے مسیحیت کے تحفظ وبقا کی خاطر حضور کی معراج جسمانی سے بھی انکار کیا، اور ازالۂ اوہام حصہ اوّل مطبوعہ بار سوم کے صفحہ ۲ پر لکھا:

"اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اس جسم خاکی کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجے

کا کشف تھا ۔۔"

مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ لفظ کثیف پہ غور کریں کہ مرزا صاحب نے حضور اقدس کے جسم معطر کے لئے کثیف لفظ کتنی بیباکی سے استعمال کیا۔ مرزا صاحب نے اس عبارت میں حضورؐ کی معراج کو ایک اعلیٰ درجے کا کشف قرار دیا تھا۔ پھر جب انہیں آیا کہ میں نے اس اعلیٰ درجے کے کشف سے خود کو کیوں محروم رکھا، تو متذکرہ عبارت میں آگے چل کر حضورؐ سے ہمسری کا دعویٰ کر کے اس کمی کو پورا کیا، اور صاف کہا کہ:

" یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے، جو درحقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے، اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے" صد۲۰

لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور معجزانہ شان دیکھئے کہ آج مرزا صاحب کی اپنی ایک تحریر سے جو اسی ازالہ اوہام کے صفحہ مذکورہ یعنی صد۲۰ پر درج ہے، ان کے دعوے کی تکذیب روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے۔ تو لیجئے میں مرزا صاحب کی وہ یادگار زمانہ تحریر نذر خدمت کئے دیتا ہوں، یہ تحریر چاند تک انسان کی رسائی کے بارے میں ہے جس میں انہوں نے بحیثیت مسیح موعود و مدعی نبوت بڑے حکمانہ انداز میں چاند تک انسان کی جسم خاکی کے ساتھ رسائی کو ایک بیہودہ اور لغو قرار دیا تھا۔ چنانچہ وہ بڑے طمطراق کے ساتھ چاند تک انسان کی عدم رسائی کے بارے میں اپنا یہ ناطق اور اٹل فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ:

" ازاں جملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے، بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم خاکی کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔

(ازالہ اوہام حصہ اوّل مطبوعہ بار سوم صد۲۰)

چاند تک انسان کی رسائی سے جہاں کائنات انسانی پر قرآن کی صداقت اور بھی نمایاں ہو گئی، وہاں اس واقعے نے مذاہب باطلہ اور ان کے عقائد فاسدہ کو بھی بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے کا بطلان بھی ثابت کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھئے کہ اس نے ماہتاب کے ذریعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کو ظاہر کیا تھا، جبکہ کفار مکہ کے مطالبے پر حضورؐ نے بطور معجزہ اپنے ہاتھ کے اشارے سے ماہتاب کو دو ٹکڑے کر دیا اور آج اللہ تعالیٰ نے اسی ماہتاب کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے

کا بطلان بھی ساری دنیا پہ ظاہر کر دیا۔ مرزا صاحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ انسان جسمِ خاکی کے ساتھ کرۂ ماہتاب تک نہیں پہنچ سکتا، بلکہ اس کو ایک لغو خیال قرار دیا تھا۔ لیکن آج دو انسانوں نے جسمِ خاکی کیساتھ کرۂ ماہتاب تک انسان کی رسائی حاصل کی، اور وہاں چند گھنٹے قیام بھی کیا، اور واپسی پر اپنے ساتھ کرۂ ماہتاب کی مٹی بھی لے آئے۔

"الفضل" کی تصدیق | الغرض چاند تک انسان کی رسائی ایک ایسی بدیہی اور مسلّمہ حقیقت ہے جس کا مرزائی حضرات خود بھی اپنی تقریروں اور تحریروں میں برملا اعتراف و اظہار کر رہے ہیں، اس وقت قادیانی حضرات کے ترجمانِ خصوصی "الفضل" تحریر ۲۷ر جولائی ۱۹۶۹ء کی وہ عبارت ہمارے سامنے ہے جس میں کرۂ ماہتاب تک انسان کی رسائی کو نہ صرف تسلیم کیا گیا ہے، بلکہ اس کو وسیع پیمانے پر قرآنی نظریات کی حقانیت کے انکشاف کا عظیم سبب بھی قرار دیا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

"حق یہ ہے کہ مغربی دنیا کی تحقیقاتیں آج تک اسلام کی بہت سی صداقتوں کو اجاگر کرنے کا موجب بنی ہیں مگر جس وسیع پیمانے پر قرآنی نظریات کی حقانیت کا انکشاف چاند کی تسخیر کے ابتدائی مرحلہ پر ہی ہوا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔" (بحوالہ الفضل مورخہ ۲۷ر جولائی ۱۹۶۹ء)

الفضل کی مذکورہ تحریر کی زد براہِ راست مرزا صاحب کے معہودہ دعوے پر پڑتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ کرۂ ماہتاب تک انسان کی رسائی اللہ تعالیٰ کیطرف سے ایک عظیم ترین حجت ہے، جو مرزا صاحب کے دعوے کے بطلان پر قائم ہوئی جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں ہو سکتی۔ واضح رہے کہ مرزا صاحب نے اسی ازالۂ اوہام میں اپنی صداقت کا معیار یہ بتایا تھا، کہ فلک کی شہادت ہر دم میری تصدیق کر رہی ہے، اور اگر فلک کے مقابلے میں زمین میرا انکار کرتی ہے تو اس کا کوئی غم نہیں، چونکہ مرزا صاحب شاعر بھی تھے، اس لئے انہوں نے ازالۂ اوہام حصہ اوّل کے صفحہ پر اس مطلب کو اس شعر میں یوں ادا کیا ہے۔ کہ ؎

ہر دم فلک شہادتِ صدقم ہمے دہد　　　زینم چہ غم کہ زمین گشت منکرم

اب مرزا صاحب کے اسی شعر کے برعکس فلک یعنی فلکِ قمر نے بھی مرزا صاحب کی صداقت کی بجائے ان کے دعوے کی تکذیب پر ہی شہادت دی۔ اور مرزا صاحب نے کرۂ ماہتاب تک انسان کی عدمِ رسائی کے بارے میں جو دعویٰ کیا ہے، اس کو غلط ثابت کر دیا، اور بقول مرزا صاحب کے زمین کی مخالفت کا تو انہیں کوئی غم نہ تھا، لیکن اب جبکہ فلک نے بھی ان کے دعوے کی تکذیب پر شہادت دی تو معاملہ ذرا سنگین ہو گیا۔ ع

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ کے

ملفوظات

مرتب:
مولانا عبدالرشید صاحب ابن خواجہ محمد نور بخش
کھلن شریف۔ خلیفہ مجاز حضرت صاحب ملفوظاتؒ

بیعت کا مقصد فرمایا: بیعت جو بزرگانِ دین میں رائج ہے، یہ بیعت توبہ ہے، اس بیعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کسی متبعِ شریعت کامل ومکمل شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تمام چھوٹے بڑے ظاہری باطنی، گناہوں سے توبہ کرے۔ نیز آئندہ کے لئے پختہ وعدہ کرے کہ حتی المقدور بقیہ زندگی حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مقدس کی پیروی میں بسر کرنے کی سعی کروں گا، اور منہیاتِ شرعیہ سے بچنے کی کوشش کروں گا۔

شیخ کامل وہ ہے جو بقدر ضرورت شریعت کا علم جانتا ہو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مطابق زندگی گزارتا ہو۔ اور نفس کے عقبات کسی حد تک طے کر چکا ہو۔ شیخ کا کامل ہونا اور عامل بالسنت ہونا بھی ضروری ہے ۔۔۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر بیعت لیتے تھے کہ چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے اور جھوٹ نہ بولیں گے۔ وغیرہ[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تین قسم کی بیعت تھی۔ ۱۔ بیعتِ اسلام ۔۔۔ ۲۔ بیعتِ جہاد ۔ ۳۔ بیعتِ توبہ ۔ یہ بیعتِ طریقت تھی۔ یہ بیعت بزرگوں سے سلسلہ بسلسلہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

حضرت فضل علی شاہ قریشیؒ کا ایک واقعہ فرمایا: میرے شیخ حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تم تھکے ہوئے ہو، رات کو آرام کرو۔ صبح کو بیعت کریں گے۔ اس شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے حضرت قریشی

---

[1] ملاحظہ فرمائیں الممتحنۃ آیت ۱۲

رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، آپ نے اس کا ہاتھ اپنے شیخ حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس کا ہاتھ اپنے مرشد کے ہاتھ میں دیا۔ اسی طرح سلسلہ بسلسلہ اس کا ہاتھ حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پہنچا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر دست قدرت اللہ کا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ۔ (الفتح آیت ۱۰)	بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

درحقیقت بیعت کرتے وقت جو عہد و پیمان کیا جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے لہذا اس وعدہ کو وفا کرنا ہوگا، اسے توڑنا نہ ہوگا۔ تمام گناہوں سے توبہ کرنی ہوگی۔ شرک اور بدعات سے توبہ کرنی ہوگی۔ ڈاڑھی منڈانے اور انگریزی بال سر پر رکھنے سے توبہ کرنی ہوگی۔ المختصر تمام اخلاق و عادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کرنے ہوں گے۔

طریقت کا مقصد | فرمایا: طریقت کا مقصد یہ ہے کہ شریعت مقتضائے طبیعت بن جائے۔ میں اپنے مخلصین کو یہ بھی عرض کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بیشمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ——

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔ (ابراہیم آیت ۳۴)	اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو۔

مگر یہ ایک بات ہی سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے دل میں یہ بات القاء کر دے، کہ فلاں جگہ جاؤ وہاں میرا فلاں بندہ ہے، اس سے فیض حاصل کرو۔ یہ ایک نعمت ہے۔ پھر بندہ وہاں پہنچ جائے یہ دوسری نعمت ہے، پھر بندہ اس نیک بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر توبہ کرے، یہ تیسری نعمت ہے، ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بعد کچھ حاصل کرے۔ اپنی اصلاح کرے۔ یہ چوتھی نعمت ہے —— استقامت کے ساتھ صراطِ مستقیم کو محکم پکڑے رکھے یہ پانچویں نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہر جگہ موجود ہیں | فرمایا: میں آپ کو یہ نہیں کہتا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، بزرگانِ دین ہر جگہ موجود ہیں۔ میں تو آپ کو صرف دعوت

الی اللہ دے رہا ہوں نہ کہ دعوت الی النفس۔

میں نے جب پاکستان کے سفر کا ارادہ کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی یا اللہ میرا یہ سفر آخرت کے لئے ہو۔ جن بزرگانِ خدا کو مجھ سے فائدہ پہنچے وہ میرے لئے ذریعہ نجات ہو۔ لہذا میں نے اس سفر کا نام اس مناسبت سے "سفرِ آخرت" رکھا ہے۔

خواجہ محمد مظہرؒ اور خواجہ احمد سعید دہلویؒ | فرمایا: جب دہلی پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا اور آپ کو اپنا جھنڈا لٹکانے پر پابندی لگا دی تو آپ خانقاہ کی چابی حضرت ابوسعیدؒ کے حوالے کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

حضرت احمد سعیدؒ نے ایک دن طائف شریف میں ذکر کے حلقے کے بعد فرمایا کہ الحمدللہ فقیر کے دل میں غیر اللہ سے نہ نفع کی امید ہے اور نہ ضرر کا خوف ہے، اور نہایات سے طبعی نفرت پیدا ہو گئی ہے، اور طاعات سے طبعی رغبت ہو گئی ہے اور مدح و ذم میرے لئے یکساں ہیں کیونکہ مومن کے قلب پر جب تجلیاتِ ذاتِ الٰہی کا پرتو ہوتا ہے تو وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ اور فنائے قلبی پیدا ہو جاتی ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضرت آپ پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک یہ نعمتِ عظیمہ وہبی ہے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ لیکن اس کے حصول کے لئے ایک وسیلہ اور سبب ضروری ہے۔ وہ یہ ہے، کسی شیخ کامل مکمل، صاحبِ سنت سے اپنا تعلق پیدا کرے اور عقیدت ٹھیک رکھے۔ اپنے شیخ کے ہر شرعی حکم پر لبیک کہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی تابعداری کی مثال | فرمایا: حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرامؓ انصار و مہاجرین کو جہاد کے لئے حکم فرمایا۔ انصارؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں سمندر کے کنارے پر کھڑا کر کے فرمائیں کہ سمندر میں کود جاؤ تو ہم بغیر حیل و حجت کے سمندر میں کود جائیں گے[1]

جب طالب کا اپنے شیخ کے ساتھ فرمانبرداری کا اسطرح کا رابطہ ہو گا تو وہ جلدی فائدہ حاصل کرے گا ـــــ حضرت مرشدنا مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وصول الی اللہ بدول رابطہ شیخ نیست۔ اصل سلوک سولہ آنے ہے۔ ان میں سے پندرہ آنے تو رابطہ شیخ ہے اور

---

[1] اس مقام پر بنی اسرائیل کا جواب بھی زیر نظر رکھیں جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا:

"اے موسیٰ ...... سو تو اور تیرا رب جائے۔ اور تم دونوں لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔"
(المائدۃ آیت ۲۴)

باقی ایک آنہ ذکر و اشغال ہیں۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ شیخ کا کامل اور عامل بالسنت ہونا ضروری ہے۔ (ورنہ مقصد حاصل ہرگز نہ ہوگا۔)

کشف وکرامت | فرمایا: کشف وکرامت درکار نہیں۔ ایک شخص نے اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت میں آپ کی خدمت میں کافی عرصہ رہا ہوں۔ مگر میں نے آپ کی کوئی کشف وکرامت نہیں دیکھی، آپ نے فرمایا کہ کیا اس عرصے میں تم نے میرا کوئی عمل شریعت مطہرہ کے خلاف دیکھا ہے۔ اس شخص نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: بس سب سے بڑی کرامت یہی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رح فرماتے ہیں: کشف را بر کفش بزن۔

—— نیز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہ

ما برائے استقامت آمدیم — نے پئے کشف وکرامت آمدیم

یعنی ہم شریعت پر استقامت کے ساتھ چلنے کے لئے اس جہان میں آئے ہیں کشف وکرامت حاصل کرنے کے لئے نہیں آئے۔

ہمارے بزرگ فرماتے ہیں: الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ دین پر استقامت کا مرتبہ کرامت سے بڑھا ہوا ہے —— اصل چیز اطاعت اللہ و اطاعت الرسول ﷺ ہے، اگر ہوا میں اڑنا کرامت ہے تو سب پرندے ہوا میں اڑتے ہیں۔ اور ان کو کوئی بزرگ نہیں کہتا۔ اگر دریا میں تیرنا بزرگی ہے تو سب مچھلیاں پانی میں تیرتی ہیں، انہیں کوئی غوث یا قطب نہیں کہتا۔

کہتے ہیں کہ "سمندر" نامی ایک جانور ہے، اس کا آدھا جسم آگ کا ہے اور آدھا برف کا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ اور برف کو جمع کر دیا۔ یہ اس کی قدرت کے کرشمے ہیں، یہ سب قدرت کا کمال ہے۔ حضرت عبدالوہاب شیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے وظیفہ میں ہے: سبحان من جمع بین الثلج والنار۔ (وہ ذات پاک ہے جس نے برف اور آگ کو یکجا جمع کر دیا۔)

حضرت شیخ عبدالوہاب شیرانی کو اتنا کشف ہوتا تھا کہ دریا کی مچھلیوں کے نر اور مادہ کو جان لیتے تھے۔ پھر بھی فرماتے تھے یا اللہ! مجھے اپنی محبت اور اطاعت عطا فرما۔ مجھے کشف وکرامت کی ضرورت نہیں۔ اس سے تو مخلوق کے عیوب مجھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔

کشف وکرامت تو صرف سالک کو طریقت کی راہ میں شوق دلانے اور چلانے کیلئے ہوتے ہیں، اس لئے یہ ہر طالب کو حاصل نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر چھوٹے بچے کو جب مدرسے میں پڑھنے کے لئے بھیجتے ہیں تو اسے مٹھائی دیتے ہیں۔ یہ اس لئے دیتے ہیں کہ اس کا دل پڑھنے

میں لگ جائے، اسے اچھی چیزیں کھیلنے کے لئے دیتے ہیں تاکہ مدرسے میں خوشی سے جائے، تو اس سے مقصد بچے کو پڑھانا ہے، کھلونے اور مٹھائی وغیرہ دینا مقصود نہیں۔ بعینہ سالک کیلئے مقصود صرف رضائے الٰہی ہے۔ اس تک پہنچنے کے لئے شوق کشف و کرامات دکھا کر دلایا جاتا ہے۔ یہ مقصود نہیں، بعض لوگوں کے لئے یہ مضر ہوتے ہیں، کیونکہ ان سے وہ مغرور ہو جاتے ہیں۔ ذکر و فکر چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

بعض لوگوں کو جب کشف و کرامت حاصل نہیں ہوتے تو وہ ذکر ترک کر دیتے ہیں۔ یہ بھی نادانی ہے ـــــ جو لوگ کشف و کرامت کے طالب ہیں میں ان کو طالب مولیٰ جل شانہٗ نہیں سمجھتا۔ یہ تو دنیا کے طالب ہیں۔ حقیقتاً طالب مولیٰ جل شانہٗ وہ ہے جو صرف رضائے الٰہی کے لئے اس کا ذکر کرے۔ اگرچہ وہ کوئی کشف و کرامت دیکھے یا نہ دیکھے، لہٰذا اصل مقصد نفس کو شریعت کے تابع کرنا ہے، لوگوں کو مسخر کرنا مقصود نہیں۔

حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ وصول الی اللہ کے راستے اتنے ہیں جتنے نفوس انسانیہ ہیں۔ وَلٰکن کلھا مندرجۃ تحت اتباع السنۃ النبویۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (لیکن یہ سب راستے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی سنت کی پیروی کے بغیر مقصد حاصل نہ ہوگا۔)

مشائخ ہر زمانہ میں موجود ہیں | فرمایا: ہر زمانہ میں ہر جگہ مشائخ موجود ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیاء علیہم السلام مبعوث فرماتے ہیں: ہر نبی کے زیر سایہ ولی ہیں، اور ہر زمانہ میں اتنے اولیاء عظام کا ہونا ضروری ہے، ان کی حیات سے دنیا کی حیات ہے، کیونکہ ان کا وجود ذکر الٰہی کے ہونے کا ذریعہ ہے، اور جب تک دنیا میں ذاکرین کی جماعت موجود ہے تب تک قیامت نہیں آئے گی، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَقُومُوا السَّاعَۃُ حَتّٰی یقالُ فِی الْاَرْضِ اللہ اللہُ۔ (عن حضرت انسؓ مسلم) ـــــ تو بزرگوں کے وجود سے عالم کا وجود ہے۔

طریقۂ نقشبندیہ اقرب طریقہ ہے | فرمایا: طریقۂ نقشبندیہ تمام طریقوں سے اقرب ہے ہمارے حضرات فرماتے ہیں: الطریقۃ النقشبندیۃ اقرب الطرق الوصول الی اللہ۔ (طریقۂ نقشبندیہ وصول الی اللہ کے لئے قرب ترین طریقہ ہے) ؎

نقشبندیاں عجب قافلہ سالار اند — کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چہ ساں بگسلد ایں سلسلہ را

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اولِ ما آخرِ ہر منتہی ۔　　آخرِ ما از حبیبِ تمنا

عربی میں فرماتے ہیں : بدایتنا نھایتہ غیرنا ۔ کسی نے عرض کیا پھر آپ کی انتہا کیا ہوگی ___ فرمایا نھایتنا الوصل العریان ۔

• ہر جگہ مشائخ موجود ہیں ، کراچی مشائخ اور علماء سے لبریز ہے ، کسی شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر گناہوں سے توبہ کرلو تاکہ آخرت سدھر جائے ۔

حافظ وظیفۂ تو نفقط گفتن است وبس　　در بند آں مباش کہ شنید یا نہ شنید

ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے ، اب آپ اگر عمل کروگے تو آپ کا اپنا فائدہ ہوگا ۔

طریقت اور شریعت | فرمایا : لفظ "طریقت" خود ہی بتا رہا ہے کہ "طریق الی الشرع" یعنی شریعت کے راستے پر چلنا ہی طریقت ہے ۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ طریقت اور شریعت میں کیا نسبت ہے ۔؟ بزرگ نے فرمایا کہ خادمیت اور مخدومیت کی ۔ طریقت خادم ہے اور شریعت مخدوم ہے ۔

فنائے نفس کیا ہے | فرمایا : اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہوتے ہیں ان کا قلب فنا ہوتا ہے ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوتا ہے ۔ فنائیت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نفس کی تمام قباحتیں اور رذائل فنا ہوجائیں ۔ اور بقاء کا مقصد یہ ہے کہ اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ جمیلہ باقی ہوجائیں ۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد تھے ، حضرت امام شافعیؒ اپنے شاگرد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ کو کہا کہ آپ اپنے شاگرد کی زیارت کے لئے کیوں جاتے ہیں ۔ وہ آپ کے شاگرد ہیں ، انہیں آپ کی زیارت کے لئے آنا چاہیئے حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ان زارنی فلفضلہ وان زرتہ فلفضلہ فالفضل فی الحالین لہ ۔ اگر وہ میری زیارت کو آئیں گے تو اپنی بزرگی کی وجہ سے اور اپنی مہربانی سے اور اگر میں ان کی زیارت کے لئے گیا ہوں تو ان کے بزرگ ہونے کی وجہ سے ۔ دونوں حالتوں میں انہیں کی فضیلت ہے ۔ یہ غایت درجہ کی خشیت اور تواضع ہے ۔

حضرت امام شافعیؒ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے شاگرد ہیں ، اور حضرت امام مالکؒ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں ۔ تو حضرت امام ابوحنیفہؒ امام الامام اور استاذ الاستاذ ہوئے ، یہ بڑا شرف ہے ۔

~~~~ باقی آئندہ ~~~~
~~~~

قارئین

افکار و تاثرات

- شاہ فیصل سے مطالبہ
- علماء حق کا اختلاف

حجاج کیلئے مطالبہ | حجاج کرام کیلئے سہولتوں کا مطالبہ جو بذریعہ برقیہ جلالت الملک شاہ فیصل سے سینٹرل حج پلگرمس لیگ کے چیئرمین جناب حاجی حافظ فریدالدین احمد الوجیہہ نے کیا ہے جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"حج فیس حجاج پر بڑا بار ہے، اللہ تعالیٰ نے آپکو بہت کچھ عطا فرمایا ہے، اس لئے درخواست ہے کہ حج فیس کی وصولیابی کا ضابطہ واپس لے لیا جائے۔ حالیہ عمرہ کی مدّت پر ۳۰ رمضان المبارک تک کی عاید کردہ میعاد کی تنسیخ فرما دی جائے تاکہ عمومی بے چینی رفع ہو سکے۔ یہاں کوئی وبائی بیماری نہیں ہے، جیسا کہ لاتعداد اسٹول کلچر سرٹیفکیٹ سے واضح ہو چکا ہے۔ اس لئے اس حکم کی تنسیخ فرمائی جائے اور حجاج پر سے کھانے پینے کی اشیاء لے جانے کی پابندی ہٹائی جائے۔"

علماء حق کا اختلاف | جمعیتین کے اختلاف کی وجہ سے ملک میں جو تشویشناک حالات پیدا ہو گئے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں، نہ یہ حالات کسی پر مخفی ہیں، نہ ان کے خطرناک نتائج واقعہ اور متوقعہ پوشیدہ ہیں۔ وقت جس قدر نازک تھا، حالات جس قدر علماء حق کے اتحاد کے داعی تھے، جس قدر یکجہتی سے مل جل کر اسلام کے لئے کام کرنے کی ضرورت تھی۔ اس وقت علماء عظام کی صف میں اتنا ہی انتشار پیدا ہو گیا، سنجیدہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ اختلاف اصولی نہیں، کسی مسئلہ کا اختلاف نہیں، مقاصد تقریباً متفق علیہ ہیں، لیکن ملک میں مفسدین کی تحریراً، تقریراً اتنی کثرت ہے کہ یہ طریق کار کا اختلاف بھی باقی رکھتے ہوئے حدود کا تحفظ باقی نہیں رہ سکتا۔ باطل طبقات یقیناً اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اٹھا رہے ہیں۔ کسی فریق سے نادیدہ نادانستہ کسی باطل پرست کے موقف کی حمایت ہوگی، کسی فریق سے کسی دوسرے باطل پرست کی۔ اگرچہ دونو فریق نفوس دیں، اور صادق النیّت بھی ہوں کہ ہم ان

کے حامی نہیں۔ لیکن نتائج کے اعتبار سے یقیناً حمایت مبطلین و مفسدین کی ہو کے رہے گی، نیز دونو کے اکابر کی خدمت میں نہایت ادب و بصیرت اور ذمہ داری سے عرض کی جرأت پر ہم مجبور ہیں، کہ کوئی فریق دوسرے فریق سے بے نیاز ہو کر کام نہیں کر سکتا، اگر کسی فریق کے دل میں دوسری جانب سے یہ تصور سمایا ہوا ہے، تو اس کے متعلق ادب کا لفظ ہی بولنا چاہیئے کہ یہ سو فیصد خلاف واقعہ ہے، نہ ان سے کچھ ہو سکے گا نہ اُن سے، ہمیشہ کے لئے پچھتانا پڑے گا، اور وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ اس وقت قوم طرفین کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ طرفین باوجود نیک ہونے کے ملک و قوم کے غداروں کی فہرست میں شامل ہوں گے۔ نیز اگر اختلاف کے یہی الوان باقی رہے تو علماء حضرات کو قوم کے سامنے منہ کرنا بھی مشکل ہو جاویگا، چہ جائیکہ اپنی دعوت ان کے سامنے پیش کریں۔ بہرکیف حالات کی نزاکت اور نزاع کے خطرات کا احساس آپ کو دلانے کی ضرورت نہیں، خدا کا واسطہ دے کر منت سماجت مقصود ہے، کہ جسطرح سے ممکن ہو صحیح اتحاد پیدا کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے سے گریز نہ فرماویں۔ یہ قربانی دین قویم کی عزت کے لئے گرانقدر ہو گی۔ علماء دیوبند کی گذشتہ ایک صدی کی تاریخ اسکی شاہد ہے۔ متحد ہو کر طریق کار کا تعین اور پائیدار اتحاد کی کیا صورت ہو، اس کے متعلق آپ حضرات کے سامنے ہمارا کچھ کہنا مناسب نہیں۔ بظاہر آسان اور پائیدار صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جماعت کے طریق کار کی تعیین اور پالیسی کا وضع کرنا فریقین کے قابل اعتماد اکابر کے سپرد کر دیا جائے، جیسے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ، حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ، حضرۃ مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ، حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی مدظلہ۔ یا جن حضرات پر اتفاق رائے ہو جائے ان کی وضع کردہ پالیسی پر پوری جماعت مصروف عمل ہو جائے۔ انشاء اللہ یہ صورت اعزاز اسلام کے لئے نہایت مفید ہو گی۔

(اہالیان گگو منڈی ڈاکخانہ خاص ضلع ساہیوال)

خواجہ دوست محمد قندھاری کے متعلق ایک وضاحت

مولانا غلام محمد صاحب مؤلف تذکرہ سلیمان نے حضرت مولانا سید عبداللہ حیدر آبادیؒ کا جو تذکرہ تحریر فرمایا ہے، میں نے اسے الحق میں مطالعہ کیا مولانا موصوف نے تذکرہ کی آخری قسط میں "حلقہ توجہ" کے عنوان کے تحت ہمارے حضرت الشیخ قبلہ خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کے حلقۂ ذکر پر بھی چند سطریں تحریر کی ہیں۔ حضرت قندھاریؒ کے متعلق جو کچھ تحریر کیا گیا ہے خلاف واقعہ ہے، اور مولانا موصوف کی لاعلمی پر مبنی ہے، صرف اس وقت کے چند مشائخ طریقہ (جو قولاً اپنے آپ کو حضرت حاجی صاحب المرحوم کے سلسلہ سے منسلک بتاتے ہیں) کے طریقۂ ذکر کے مشاہدے اور دیگر حضرات سے سن کر رائے قائم کر لینا قرین انصاف نہیں۔ حضرۃ الشیخ

قندھاری کے طرزِ طریق کو جاننے اور سمجھنے کیلئے ان کے مکاتیب، ملفوظات اور حالاتِ حیات کا مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے، ورنہ حقیقتِ حال تک رسائی مشکل ہے، حضرت قندھاری مرحوم قولاً و عملاً ذکرِ خفی میں جہر کے شدید مخالف تھے اور منسلکین و مریدینِ طریقہ کو بھی ذکر و مراقبہ میں جہر کرنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔ نیز حلقۂ مراقبہ و توجّہ کے دوران مستی کرنے اور نعروں سے متوجہ کرنے کو ناجائز قرار دیتے۔ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) میں حضرت الشیخؒ کا مروّجہ طریقہ رائج ہے، تسبیح کا استعمال ہے لیکن اسطرح نہیں جیساکہ صاحبِ تذکرہ نے فرمایا ہے بلکہ مرید کو ہمہ اوقات اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے رابطہ قائم رکھنے کے لئے اسم ذات "اللہ" کا ورد مقدس تسبیح کے ذریعہ کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، دانوں کی کھٹ کھٹ اور حرکتِ قلب کو ہم آہنگ کر کے قلب کو اسم ذات "اللہ" کا محور و مرکز بنایا جاتا ہے، زبان خاموش ہوتی ہے اور قلب تسبیح کے دانوں کی گردش کے ساتھ یادِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔ لیکن حلقۂ توجہ کے وقت ہُو کا عالم طاری ہوتا ہے ــــ یہ ہے اصل حقیقت اور واقعہ جو عرض ہے، مزید وضاحت الشیخ المرحوم کے مکتوبات کے مطالعہ سے روشن اور عیاں ہو سکتی ہے ــــ آخر میں ضروری گذارش ہے کہ بعض اہلِ ارادت کے شخصی طرز کو دیکھ کر اسے حضرۃ قندھاری کا شخصی طرز قرار دینا کسی صورۃ صحیح نہیں۔

(دعاجو ابوالقلم محمد سعید درانی۔ خادم دربار شریف خانقاہ احمدیہ)

نوٹ:۔ اس مضمون کا ایک مراسلہ مولانا محمد رمضان صاحب علوی راولپنڈی نے بھی ارسال کیا ہے۔

صحیح تاویل | ماہنامہ الحق (ماہ جون ۱۹۶۹ء) میں مضمون بعنوان "حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ" نظر سے گذرا جسے جناب محمد اقبال صاحب نے مرتب فرمایا ہے اور جس میں حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فرطِ غم کا تذکرہ بحوالہ اشرف السوانح ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"اسی لئے آپکی وفات کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بار بار فرماتے تھے کہ ہائے رحمۃ العالمین، ہائے رحمۃ العالمین۔" میں نے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ کوئی ہستی خواہ تقدس اور بزرگی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے وہ ان الفاظ اور القاب کیساتھ یاد کرنے کی کبھی مستحق نہیں ہو سکتی کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کے ساتھ پہلے ہی سے مخصوص ہو چکے ہیں۔ اور پھر رحمۃ العالمین کا لقب تو وہ لقب ہے کہ جو مسلمانوں نے اپنے نبیؐ کو محض عقیدت مندی کی بنا پر نہیں دیا بلکہ خود اللہ بزرگ و برتر نے اپنے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لقب سے یاد کیا ہے۔ اس لئے حضرتؒ کے بارہ میں بہترین توجیہ غلبۂ حال کی کی جا سکتی ہے۔

(محمد عاقل ایم اے۔ راولپنڈی)

تعارف کتب

دفتر میں نئی مطبوعات کی آمد کی رفتار بہت زیادہ ہے جبکہ ادارہ کو کئی ماہ بوجہ مجبوری تبصرہ کا عنوان قائم رکھنا بھی ممکن نہ رہا۔ اس ضمن میں ہم ان تمام حضرات سے معذرت خواہ ہیں جنہیں کتابوں پر تبصرہ کا انتظار کرنا پڑا۔ آئندہ بھی جو حضرات تبصرہ کیلئے کتابیں بھیجیں گے ان پر حسب موقع و گنجائش تبصرہ کرنا ادارہ کی صوابدید پر ہوگا۔ اس سلسلہ میں بار بار اصرار اور یاد دہانی نہ کرائی جائے، زیادہ گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے تفصیلی تبصرہ کی بجائے مختصر تعارف پر اکتفار کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

★

عیسائیت اور اسلام | از محمد حفیظ اللہ صاحب لاری ایم اے علیگ — قیمت ۵۰ پیسے، صفحات ۱۰۴ — ناشر انجمن تحفظ اسلام، نیم کی چاڑی سکھر — رد عیسائیت پر مختلف پہلوؤں سے شائع شدہ مقالوں کا مجموعہ زبان مناظرانہ نہیں بلکہ محققانہ اور ہمدردانہ ہے، مسیحی تعلیمات کے مقابلہ میں اسلامی تعلیمات کو موثر اور دلنشین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ عیسائیت کے فروغ کے اس دور میں ایسے رسائل کی زیادہ اشاعت ضروری ہے۔

جائزہ تراجم قرآنی | ترتیب مولانا محمد سالم قاسمی، سید عبدالروف عالی، سید محبوب رضوی، ناشر: مجلس معارف القرآن دیوبند۔ یو پی (انڈیا) — صفحات ۱۸۰ — قیمت مجلد ۵۰/۱۲ روپے۔ مجلس معارف القرآن (اکیڈمی، قرآن عظیم) قرآنی علوم و معارف پر قابل قدر کام کر رہی ہے، پیش نظر کتاب جائزہ میں یورپ اور ایشیا کی پچاس مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے قدیم و جدید تراجم پر اجمالی نظر ڈالی گئی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مجلس کے لائق ارکان نے اس وسعت پذیر موضوع پر نہایت جانفشانی اور عرقریزی سے کافی مواد جمع کر دیا ہے، ایسی کوئی فہرست بھی حرف آخر نہیں بن سکتی، اس لئے عام مسلمان بالخصوص اہل علم اور تحقیقی ذوق رکھنے والوں کو چاہیئے کہ اپنی معلومات سے ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ نقش ثانی زیادہ جامع اور کامل شکل میں سامنے آسکے۔

مدارج سلوک | ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب — قیمت ۵/ روپے — صفحات ۲۸۰ ناشر: مجلس معارف القرآن دیوبند — پیش نظر کتاب تصوف اور تزکیہ نفس، وصول الی اللہ کے طریقوں کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب کی گرانمایہ شخصیت اور مجلس معارف القرآن

کا نام کتاب کی افادیت کا ضامن ہے، کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے اسباب تصوف کی فنی اور کیفیاتی
اصطلاحات کے حقیقی مفہوم کو کتاب و سنت کی روشنی میں عام اذہان کے قریب لانے کی
کامیاب کوشش کی ہے۔ نفس و قلب کا تزکیہ، ذکر و اذکار، لطائف روحانی اور مراقبات پر اس انداز
میں روشنی ڈالی ہے کہ شریعت و طریقت کی ہم آہنگی محسوس ہو کر سامنے آجاتی ہے، حق تعالیٰ مجلس
معارف القرآن کو ایسی شاندار خدمات کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

فتاویٰ رشیدیہ پشتو ترجمہ | از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی — قیمت ۹/ روپے، کاغذ معمولی
صفحات ۵۰۴ — ترجمہ: مولانا لطافت الرحمان صاحب سواتی۔ ناشر: اسلامی کتب خانہ بازار قصہ خوانی پشاور

برصغیر کے علمی و دینی حلقوں میں فتاویٰ رشیدیہ کا فقہی مقام نہایت بلند ہے۔ حضرت گنگوہی فقیہ النفس
بزرگ تھے، حق تعالیٰ نے علمی تبحر، تفقہ، ذہانت ورع و تقویٰ کی نعمتوں سے نوازا تھا، اصل فتاویٰ اردو
میں تھی، فاضل و لائق مترجم مولانا لطافت الرحمان استاذ جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے پشتو زبان میں اس فتاویٰ
کا نہایت سلیس اور مفید ترجمہ فرما کر پوری افغان قوم کو اس گنجینۂ علم سے استفادہ کا موقعہ عطا فرمایا
پشتو زبان ایسے انمول علمی نوادرات کی محتاج ہے ناشر کتاب کتب خانہ اسلامیہ اور فاضل مترجم
اس اہم دینی خدمت پر تمام مسلمانوں بالخصوص پشتو زبان سمجھنے والوں کی طرف سے نہایت تبریک و
تحسین کے مستحق ہیں۔ اصل کتاب سے پہلے فاضل مترجم کے قلم سے اہم معلومات پر مشتمل آٹھ صفحات
کا مقدمہ ہے، افغان علاقوں کے جو اہل علم اور طلبۂ مدارس اردو زبان نہیں سمجھتے ان سے خاص طور پر
اس گنج گرانمایہ کے حاصل کرنے کی سفارش کی جاتی ہے، اردو نہ سمجھنے کی وجہ سے ایسے لوگ اکابر
دیوبند کی عظیم الشان علمی اور تصنیفی میراث کے استفادہ سے محروم رہتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایسے
نادر اور مفید علوم کو علاقائی زبانوں میں عام کرنے کی انفرادی اور اجتماعی کوششیں کی جائیں۔

اسلامی تعلیمات | مولانا قاضی عبدالحیٔ صاحب چن پیر — قیمت -/۲ روپے۔ صفحات ۲۲۲
ناشر: جامعہ اسلامیہ۔ بہاولپور — کتاب میں ان مسائل کا اجمالاً بیان ہے جن کی ضرورت زندگی کے
مختلف مراحل میں ایک مسلمان کو ہو سکتی ہے، صرف احکام و مسائل پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ معاملات کے
علاوہ عقائد، آداب و حقوق تصوف و احسان اور اخلاق سے متعلق اہم مباحث پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے
عام لوگوں کے علاوہ عصری تعلیم گاہوں کے ذریعہ ایسی کتابوں سے تعلیم یافتہ طبقہ کو روشناس کرانا
وقت کا اہم ترین تقاضا اور ملی ضرورت ہے، فاضل مؤلف اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور اس گرانقدر خدمت
پر لائق تحسین ہے۔

قادیانی تحریک | قاری حضرت گل صاحب مسجد حق نواز، بنوں شہر — قیمت ۶۰ پیسے، صفحات ۵۶۔ پانچ نسخے منگوانے پر محصول ڈاک معاف — ایک تبلیغی پمفلٹ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے غرور سے بھرپور اور دجل و تلبیس سے لبریز دعاوی کو حوالوں کے ساتھ جمع کر کے واضح کیا گیا ہے کہ قادیانیت دراصل اسلام کے خلاف ایک سازش ہے۔

فتاویٰ رحیمیہ ج اوّل | از مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری راندیر (انڈیا) صفحات ۴۰۰۔ کاغذ و طباعت عمدہ — ملنے کا پتہ: مفتی گجرات مولانا عبدالرحیم صاحب کے گجراتی زبان میں لکھے گئے فتاویٰ کا اردو ترجمہ جس میں بقول مولانا محمد میاں صاحب دہلوی سوال کے ہر گوشہ پر کتاب اور صفحہ کے حوالہ کے ساتھ تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، پیش نظر حصہ، ایمان، علم، طہارت، صلوٰۃ سے متعلق فتاویٰ پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ صاحب فتاویٰ کو اسکی تکمیل اور مسلمانوں کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

مزمور میر مغنی | جناب عبدالعزیز خالد صاحب — قیمت ۵/- روپے۔ صفحات ۲۸۰ عمدہ کتابت و طباعت — پتہ: ٹریڈ اینڈ انڈسٹری پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ کراچی۔

مصنف خالد صاحب برصغیر کے نامی گرامی اہل علم اور ارباب ادب سے سیارہ کے خالد نمبر کی شکل میں اپنے کلام کی عظمت کا لوہا منوا چکے ہیں، پیش نظر منظوم کتاب میں بھی وہی جاہ و جلال، شان و شوکت، مضامین کی آمد، الفاظ کا ہجوم اور وہی دقیق الفاظ اور ناقابل فہم اصطلاحات۔ جس کی تلافی کتاب کے آخر میں ایسے الفاظ اور مقامات کی تشریح کی شکل میں کی گئی ہے، ہر شعر میں عربی کلمات، محاوروں اور آیات و احادیث کا پیوند لگانا مصنف کا کمال ہے جو کبھی سے زیادہ وہبی معلوم ہوتا ہے

اعجاز القرآن (تسخیر قمر اور قرآن) | مولانا مدرار اللہ مدرار مدیر ہفت روزہ نوائے ملت مردان صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۷۵/۱ روپیہ کاغذ معمولی — چاند تک رسائی کا قرآنی تعلیمات پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہ اس کتاب کا موضوع ہے بلاشبہ فاضل مؤلف نے تسخیر خلاء کے شرعی اور سائینسی امکانات پر بڑی اچھی روشنی ڈال کر علمی ذوق اور اعلیٰ استعداد کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اہل علم کے لئے اس کتاب کا مطالعہ دلچسپی اور عام لوگوں کے لئے غلط فہمیوں کے ازالہ کا باعث ہوگا، ہم مؤلف کو اس وقیع خدمت پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ فاضل مؤلف کے ضلع سے اس موضوع پر ایک نہایت سخیف رسالہ شائع ہوا تھا جس میں ابن دقیانوس موشگافیوں کا رشتہ خواہ مخواہ کتاب و سنت سے جوڑ کر تسخیر قمر کو خلاف عقل و نقل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، بڑی خوشی کی بات ہے اسکی تردید بھی اب انہی کے علاقہ کے ایک عالم کے ذریعہ ہو رہی ہے۔

■■

سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد | قاری محمد شریف صاحب شیخ التجوید مدرسہ دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور۔ قیمت تین روپے۔ صفحات ۱۲۲ ـــــ حرف ضاد کے مشابہت بالظاء پر ایک علمی اور تحقیقی مقالہ ایک صاحب فن اور جید قاری کے قلم سے۔ انداز بھی مناظرانہ نہیں بلکہ تحقیقی اور فنی ہے، اہل علم واصحاب تجوید کے لئے اس کا مطالعہ زیادت معلومات کا باعث ہوگا۔ـــــ

اسلام اور اشتراکیت | از مولانا بہاؤ الحق صاحب قاسمی، بلاک ایف ماڈل ٹاؤن بی لاہور۔

اس موضوع پر مولانا محترم کے قلم سے نہایت مفید، موثر اور قابل قدر کوشش ہے، کتاب دراصل ان تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جو اشتراکیت کا جوڑ اسلام سے ملانے پر ایک بزرگ کے مضامین کی تردید میں فاضل مؤلف کے قلم سے نکلی تھیں، اس کتاب کی اشاعت، مطالعہ اور زیادہ سے زیادہ فروغ اس وقت ایک اہم دینی وملی ضرورت ہے جو لوگ "اسلامی سوشلزم" کے نام سے ریشم میں ٹاٹ کی پیوندکاری کرنے میں مصروف ہیں، یہ کتابچہ ان کے لئے تازیانہ ہے، صرف اہل علم اور تعلیمیافتہ طبقہ ۱۹ پیسے کا ڈاک خرچ بھیج کر مفت طلب کرسکتے ہیں۔

آداب القرآن | حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب ناظم جمعیۃ العلماء اسلام مغربی پاکستان۔ صفحات ۱۹۶ ـــــ قیمت ۳/ روپے۔ ناشر: مکتبہ اشاعت اسلام اردو بازار، لاہور۔

قرآن کریم کی عظمت اور اسکی تلاوت قرأت، کتابت طباعت جملہ امور سے متعلق آداب اور احترام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور آداب کے باریک سے باریک گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے، جسکی اس پُرفتن زمانہ میں بے حد ضرورت تھی حق تعالیٰ فاضل مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے آداب قرآن سے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل کو جمع فرمایا۔ کتاب کے ماخذ نہایت مقبول معتمد اور وقیع کتب تفاسیر وعلوم قرآن ہیں۔ ہمارے محترم مؤلف نے اسے نہایت سلیقہ اور حسن ترتیب سے یکجا کرکے بڑا کام کیا حق تعالیٰ کتاب کو قبولیت سے نوازے۔

فضائل درود شریف | مرتبہ قاری فیض الرحمان ایم اے۔ صفحات ۴۰۔ قیمت ۵۰ پیسے۔ ناشر: جمعیۃ قرۃ الاسلام الممتاز کچہری روڈ، انارکلی۔ لاہور ـــــ نبی کریم سے عشق ومحبت اور شیفتگی روح ایمان ہے اور درود شریف اس کا مظہر، جناب قاری صاحب نے پیش نظر رسالہ میں صلوٰۃ وسلام کے فضائل، برکات اور اثرات نیز اس کے مقصد اور مطالب کو بڑے دلنشین پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کتاب کا انگریزی ایڈیشن الگ ہے۔ خدا مصنف کی سعی بارآور بنائے قارئین کو ان مبارک کتابچوں سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

گیا ہے، جس

کہ انہوں نے آداب

مقبول معتمد اور وقیع

اور حسن ترتیب سے یکجا

فضائل درود

ناشر : جمعیۃ قرۃ الاسلام

روح ایمان ہے

کے فضائل، برکات

کتاب کا انگریزی

استفادہ کی توفیق۔